



ماہنامہ
اعلیٰ حضرت
بریلی شریف



مدیر اعلیٰ
(مولانا) محمد سبحان رضا خاں "سبحانی میاں"

ربیع الاول ۱۴۴۳ھ

اکتوبر ۲۰۲۱ء

Yearly Rs. 300/-

لامرکزیت کا خاتمہ کیسے ہو

اعدائے اسلام اور حاسدین مسلک و مذہب کی ایک شاطرانہ چال یہ بھی ہے کہ ہمیں اور آپ کو خاص کر ہمارے نوخیز علمائے کرام کو اپنے مشائخ، اپنے اکابر، اپنے اسلاف اور اپنے مراکز سے متنفر اور بدظن کر دیا جائے تا کہ نسل جدید اور نوخیز علماء کا رشتہ اپنے مراکز سے کمزور ہو جائے، یہ ''بے راعی کی بھیڑوں'' کے مثل بے یار و مددگار اور اکیلے و تنہا رہ جائیں، طوائف الملو کی اور لامرکزیت کا شکار ہو جائیں، تا کہ ان کا شکار کرنا انہیں آسان ہو جائے۔ اس دور میں دشمن اپنی چالوں میں کافی حد تک ہمیں کامیاب بھی نظر آ رہا ہے۔ آپ جائزہ لیں تو دیکھیں گے کہ ہماری نسل جدید خاص کر نوخیز علماء کا ایک طبقہ اپنی خانقاہوں سے بھی بیزار نظر آ رہا ہے اور اپنے علمی و روحانی مراکز سے بھی متنفر دکھائی دے رہا ہے۔ یہ چیز انتہائی خطرناک بھی ہے اور جماعت کے لیے ہلاکت خیز بھی۔ اصاغر علماء کو چاہیے کہ اپنے اکابر اور اپنے مراکز کا احترام کریں، ان سے اپنا رشتہ مضبوط سے مضبوط تر رکھیں اور مشائخ و اکابر کو بھی چاہیے کہ اپنے اصاغر پر دامن شفقت پھیلائیں، انہیں آغوش کرم میں جگہ دیں، ان کی ضرورتوں کی خبر گیری رکھیں، ان کی مشکلات کو حل کرنے میں حتی المقدور کوششیں کریں، ہمارے علمی و روحانی مراکز اور اداروں کی بھی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ جماعت اہل سنت کے جتنے بھی خطے اور علاقے ہیں وہاں کے زمینی حالات پر نظر رکھیں، جماعت کے فروغ کے لیے جو لوگ جہاں جہاں کوشاں ہیں ان کی حوصلہ افزائی کریں، جہاں جسے جس چیز کی ضرورت ہو اس کی نشاندہی کر کے حتی الوسع تکمیل کی کوشش کریں۔ کام کرنے والوں کی خدمات کا اعتراف کریں، ان کو اپنی سرپرستی کا احساس دلائیں، ان کو مضبوط پشت پناہی فراہم کریں اور ہر ایک سے رابطہ کو مضبوط سے مضبوط تر بنائیں۔ اللہ تعالیٰ ہماری جماعت میں اتحاد پیدا فرمائے اور لامرکزیت کا خاتمہ فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

فقیر قادری محمد سبحان رضا خاں سبحانی غفرلہ
خادم مرکز اہل سنت خانقاہ رضویہ درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بیادگار: امام اہلسنت، مجدد دین وملت سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہٗ العزیز

ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف

بفیض رحانی
حجۃ الاسلام حضرت علامہ شاہ
محمد حامد رضا قادری
علیہ الرحمہ

بفیض کرم
مفتی اعظم ہند حضرت علامہ شاہ
محمد مصطفیٰ رضا قادری نوری
علیہ الرحمہ

سرپرست روحانی
احسن العلماء حضرت علامہ
سید مصطفیٰ حیدر حسن میاں
علیہ الرحمہ
مارہرہ شریف

بانی رسالہ
مفسر اعظم حضرت علامہ
محمد ابراہیم رضا قادری
''جیلانی میاں'' علیہ الرحمہ

زیر سایۂ کرم
ریحان ملت حضرت علامہ شاہ
محمد ریحان رضا نوری قادری
علیہ الرحمہ

جلد نمبر ۶۱ / شمارہ نمبر ۱۰

ربیع الاول	۱۴۴۳ھ	Oct
اکتوبر	۲۰۲۱ء	2021

مدیر اعلیٰ

نبیرۂ اعلیٰ حضرت، شہزادۂ ریحان ملت، حضرت مولانا الحاج الشاہ
محمد سبحان رضا قادری ''سبحانی میاں'' مدظلہ العالی
سجادہ نشین خانقاہ رضویہ بریلی شریف

نائب مدیر اعلیٰ

نبیرۂ اعلیٰ حضرت، حضرت مولانا الحاج
محمد احسن رضا قادری مدظلہ العالی
سجادہ نشین خانقاہ رضویہ بریلی شریف

کلام الامام-امام الکلام

قافلے نے سوئے طیبہ کمر آرائی کی
مشکل آسان الٰہی مری تنہائی کی

لاج رکھ لی طمع عفو کے سودائی کی
اے میں قرباں مرے آقا بڑی آقائی کی

فرش تا فرش سب آئینہ ضمائر حاضر
بس قسم کھایئے امی تری دانائی کی

شش جہت سمت مقابل شب وروز ایک ہی حال
دھوم و النجم میں ہے آپ کی بینائی کی

پانچسو سال کی راہ ایسی ہے جیسے دو گام
راس ہم کو بھی لگی ہے تری شنوائی کی

چاند اشارے کا ہلا حکم کا باندھا سورج
واہ کیا بات شہا تیری توانائی کی

تنگ ٹھہری ہے رضاؔ جس کے لئے وسعت عرش
بس جگہ دل میں ہے اس جلوۂ ہرجائی کی

نوٹ: تمام مشمولات کی صحت ودرستگی پر مجلس ادارت کی گہری نظر رہتی ہے پھر بھی اگر کوئی شرعی غلطی راہ پا جائے تو آگاہ فرما کر اجر کے مستحق بنیں۔ ان شاءاللہ تعالیٰ کسی قریبی شمارے میں تصحیح کردی جائیگی۔

ترسیل زرو مراسلت کا پتہ

ماہنامہ اعلیٰ حضرت
۸۴/سوداگران بریلی شریف

Monthly Alahazrat
84, Saudagran, Bareilly Sharif
Pin-243003
Contact No.
(+91)-0581- 2575683,
2555624 (Fax) 2574627
(Mob) (+91)-9359103539
E:mail:mahanamaalahazrat@gmail.com
E-mail:subhanimian@yahoo.co.in

ماہنامہ اعلیٰ حضرت انٹرنیٹ پر پڑھنے کے لئے
visit us: www.aalahazrat.in

چیک یا ڈرافٹ بنام
MAHNAMA ALA HAZRAT
A/c No.
0043002100043696
Punjab National Bank Civil Lines Bareilly

زر سالانہ ممبرشپ

فی شمارہ:	30/-
زر سالانہ:	300/-
بیرون ملک:	30$ امریکی ڈالر

کسی بھی قسم کی قانونی چارہ جوئی بریلی کورٹ ہی میں قابل سماعت ہوگی (ادارہ)

پرنٹر، پبلیشر، پروپرائٹر اور ایڈیٹر "مولانا سبحان رضا خاں" نے رضا برقی پریس بریلی سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ اعلیٰ حضرت سوداگران بریلی شریف سے شائع کیا۔

نوٹ: ادارہ کا مراسلہ نگار کی تحریر یا مضمون سے متفق ہونا ضروری نہیں۔

فہرست

ہر ماہ انٹرنیٹ پر ماہنامہ اعلیٰ حضرت پڑھنے کے لیے کلک کریں ہماری اس ویب سائٹ پر۔

Website:-www.aalahazrat.in

E-mail:-mahanamaalahazrat@gmail.com,saleembly@gmail.com

جاسوسی نظام میں جکڑی مذہبی قیادت

اداریہ:-مفتی محمد سلیم بریلوی، مدیر اعزازی ماہنامہ اعلیٰ حضرت، استاذ جامعہ رضویہ منظر اسلام، بریلی شریف

ہندوستانی مسلمانوں کی مذہبی قیادت: ما بعد تقسیم ہندوستانی مسلمانوں کی اس ملک میں سب سے مضبوط آواز مذہبی قیادت کی رہی ہے۔سلطنت مغلیہ کے سقوط کے بعد جب ہندوستان پر انگریزوں کا قبضہ ہو گیا تھا تب بھی اسلامی تشخص، اسلامی عقائد و معمولات اور قومی و ملی امتیازات واختصاصات کی حفاظت و پاسبانی کے لیے انگریزوں کے سامنے یہی مذہبی قیادت ہی سیسہ پلائی دیوار کی طرح کھڑی ہو گئی تھی ۔اسلامی سلطنتوں میں چونکہ مذہبی تشخصات کی حفاظت و پاسبانی کا ذمہ بنیادی طور پر سلاطین اسلام کے ذمہ ہوتا ہے البتہ اگر سلطنت اسلامیہ اس معاملہ میں بے راہ روی، تساہلی اور غیر ذمہ داری کا مظاہرہ کرتی ہے تب علمائے اسلام تنبیہ کرتے ہیں، اصلاحات کرتے ہیں، سلطنت کی توجہ مبذول کراتے ہیں اور ضرورت پڑنے پر بے داری مہم بھی چلاتے ہیں۔

سرزمین ہندوستان پر بھی جب تک اسلامی سلطنت رہی دین و مذہب کے تحفظ کا کام بھی سلطنت کے زیر اثر چلتا رہا۔ انگریزی قبضہ وغلبہ کے بعد اب یہ ساری ذمہ داریاں علمائے ملت اسلامیہ کے سر آن پڑیں اور پھر ان مخلص، حق پرست اور حق پسند علمائے کرام نے امت مسلمہ کے شیرازے کو منتشر ہونے سے بچانے، اسلامی تشخص کو محفوظ رکھنے، اسلامی عقائد و معمولات کی حفاظت و پاسبانی کرنے اور اسلامی چہرے کو مسخ ہونے سے بچانے کے لیے اپنی زندگیاں وقف کر دیں۔اس راہ میں ان قائدین امت مسلمہ نے نہایت خلوص وللّٰہیت کے ساتھ اپنی جان مال اور عزت و آبرو تک کو قربان کرنے سے دریغ نہیں کیا۔ ہر میدان میں اور ہر موڑ پر مخلص اور حق گو علمائے اسلام نے بجا طور پر اسلامیان ہند کی قیادت و رہنمائی کا فریضہ انجام دیا ۔اس مذہبی قیادت نے حتی المقدور سرزمین ہند پر مسلمانوں کے مذہب و مسلک، جان و مال اور عزت وآبرو کے تحفظ اور اس کی بقا کے لیے ہر موقع پر کامیاب جدوجہد کی۔

۱۹۴۷ء میں انگریزوں کے پنجۂ استبداد سے جب یہ ملک آزاد ہوا تو آزادی کے ساتھ ہی سرزمین ہند پر ایک لکیر کھینچ کر اسے دو حصوں میں بھی منقسم کر دیا گیا۔مسلمانوں کی عددی قوت پاش پاش ہو گئی ۔اس ملک میں مسلمان اقلیتی زمرے میں آ گئے۔دیگر مسائل کے ساتھ اب ہندوستانی مسلمانوں کے سامنے سب سے بڑا مسئلہ جو کھڑا ہوا وہ تھا مسلمانوں کے وجود کی حفاظت کا، اسلامی عقائد و معمولات کو ان کی اصلی شکل میں برقرار رکھنے کا، مذہبی و مسلکی تشخص کو محفوظ رکھنے کا، مقامات مقدسہ کی بقاء کا اور شریعت اسلامیہ کی پاسبانی کا اور ان سب مشکلات کی سب سے بڑی وجہ تقسیم ہند کا قضیہ تھا۔

ظاہر سی بات ہے کہ اب نہ تو مسلمانوں کے پاس حکومتی غلبہ تھا اور نہ ہی کوئی مضبوط سیاسی قیادت، شریعت اسلامیہ اور مذہبی تشخص کی حفاظت و پاسبانی کے لیے نہ تو ان کے پس پشت کوئی حکومت تھی اور نہ ہی سیاسی طاقت وقوت ۔اب مذہب و مسلک کی حفاظت کا ذمہ بے قیادت اور بے سلطنت امت مسلمہ کے کمزور و

ناتواں کاندھوں پر تھا۔اسی کمزوری کے عالم میں امت مسلمہ کو اپنے معاشی مسائل کو بھی حل کرنا تھا اور اپنے مذہبی مسائل کو بھی، اپنے مذہبی تشخص کو بھی بچانا تھا اور اپنے دنیاوی وجود کو بھی، اپنے مذہبی مقامات کی بھی حفاظت کرنا تھی اور اپنی شریعت کی بھی، اپنی جان و مال اور عزت وآبرو کو بھی محفوظ رکھنا تھا اور اپنے مذہبی فرائض کو بھی۔

تقسیم ہند کے بعد پیدا ہونے والے ان حالات میں ظاہر سی بات ہے کہ ان تمام ذمہ داریوں کو کما حقہ نبھانا ایک نہایت مشکل امر تھا۔اس کے ساتھ ایک سوال یہ بھی تھا کہ اسلامی سلطنت کے خاتمے اور تقسیم ہند کے نتیجے میں مسلمانوں کی عددی طاقت وقوت کے پاش پاش ہو جانے کے بعد اب سرزمین ہند پر ان ساری ذمہ داریوں کو آخر کار کون اپنے کاندھے پر اٹھائے گا اور کون ان کی انجام دہی کرے گا؟ ایسے حالات میں ایک بار پھر سرزمین ہند پر تقسیم ہند کے بعد اسلامیان ہند کے سامنے پیش آنے والی ان تمام مشکلات سے امت مسلمہ کی حفاظت و پاسبانی اور ان کی قیادت و رہنمائی کے لیے مخلص علمائے حق نے کمان سنبھالی۔اسلامی تعلیمات اور مذہبی عقائد و معمولات کے تحفظ و بقا کے لیے مابعد تقسیم ہند ان مخلص علمائے ربانیین نے پورے ملک میں جگہ جگہ مدارس اسلامیہ قائم کیے، مذہبی رہنمائی اور مسائل شرعیہ کے حل کے لیے ''دارالافتاء'' کا قیام عمل میں لائے،اسلامی لٹریچر کے تحفظ و بقا کی خاطر اسلامی کتب خانوں، لائبریریوں اور اکیڈمیوں کو وجود بخشا، عبادت کے لیے مسجدوں کو تعمیر کرایا، مسلم معاشرہ میں مذہبی و مسلکی بیداری کے لیے مذہبی جلسوں اور جلوسوں کی بنیاد ڈالی، خانقاہی نظام میں شفافیت پیدا کرنے کے لیے جدوجہد کی۔اس طرح مابعد تقسیم ہند ان علمائے ربانیین کی کوششوں سے خانقاہوں، مدارس اسلامیہ، مساجد و مکاتب، جلسوں، جلوسوں اور اعراس کی روحانی تقریبات کے ذریعہ سرزمین ہند پر اسلامی تشخص کی حفاظت و بقا کا ایک مضبوط سامان مہیا ہو گیا۔آج ہندوستان کے اندر اسلام کی جو بھی بہاریں پائی جارہی ہیں وہ انہیں علمائے ربانیین کی کوششوں، مدارس و مساجد، خانقاہوں اور اسلامی اداروں کی جدوجہد کا نتیجہ ہیں۔

مسلمانان ہند کی مذہبی قیادت پر حملہ: اسلام دشمن طاقتوں اور زعفرانی ذہنیت کے فرقہ پرستوں کی ہمیشہ سے یہ کوشش رہی ہے کہ اس ملک سے اسلام اور مسلمانوں کا یا تو سرے سے نام ونشان ہی مٹادیا جائے یا کم از کم انہیں اتنا کمزور اور ایسا مذہب بیزار بنادیا جائے کہ وہ ہمیشہ ہمارے تلوے چاٹتے رہیں، محکومی کی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہو جائیں اور خود ہی اپنی شریعت اور اپنی مذہبی قیادت کے خلاف طعن و تشنیع کرنے لگیں مگر ان کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ اسلامیان ہند کی یہی مضبوط اور مخلص وحق گو مذہبی قیادت تھی۔اس لیے جب انہوں نے اپنے ان مذموم مقاصد کی تکمیل کی راہ میں نے مسلمانوں کی اس مضبوط مذہبی قیادت کو آڑے آتے دیکھا تو ان لوگوں نے اسلامیان ہند کی اسی مضبوط مذہبی قیادت کو کمزور کرنے، ان سے مسلمانوں کی عقیدت کو ختم کرنے، امت مسلمہ کو مذہبی قیادت سے دور و نفور کرنے اور اس سرزمین پر مسلمانوں کی مذہبی قیادت کی صدائے احتجاج کا گلا گھونٹنے کی غرض سے مختلف اور متعدد مذموم و شاطرانہ منصوبوں کے تانے بانے بننا شروع کر دیئے۔اس سلسلہ میں ان شاطرانہ لوگوں نے سب سے پہلے مذہبی قیادت کو بدنام کرنے کی مہم چلائی جس کے لیے انہوں

متعدد طریقے اپنائے۔کبھی اپنے ایجنٹوں اور دلالوں کو مذہبی قیادت کا لباس پہنا کر ان سے اسلام اور مسلمان مخالف کام کروائے پھر اس کے بعد ان کے ان کارناموں کی مسلم معاشرہ میں تشہیر کر کے پوری مذہبی قیادت پر سوالیہ نشانات قائم کرائے۔کبھی نام نہاد مذہبی تنظیمیں، تحریکیں اور مذہبی ادارے قائم کروا کر ان کی مذہب مخالف اور ملک مخالف سرگرمیوں کو ملکی سطح پر مشتہر کر کے مذہبی قیادت کو کٹگھرے میں کھڑا کیا۔تو کبھی مذہبی قیادت کے زیر اثر چلنے والے مذہبی اداروں پر فرضی الزامات لگا کر پرنٹ میڈیا اور الیکٹرانک میڈیا کے ذریعہ انہیں بدنام کر کے مذہبی قیادت کے اثر و رسوخ کو کم کرنے کی کوشش کی۔کبھی مذہبی قیادت کے مابین پائے جانے والے خاندانی، مذہبی اور مسلکی فروعی اور معمولی اختلافات کو ہوا دیکر عام مسلمانوں میں خوب تشہیر کی گئی اور کبھی ان کی حیثیت عرفی کو مسخ انداز میں پیش کر کے مسلم سماج میں ان کی شخصیت کو مجروح کیا۔

مذہبی قیادت سے دور و نفور ہونے کے بھیانک نتائج:

اِدھر تقریباً دو دہائیوں سے اسلام دشمن طاقتوں نے پورے ملک میں ایک ایسی مہم چلا رکھی ہے جس کے ذریعہ عام مسلمانوں کا اپنی مذہبی قیادت سے رشتہ توڑنے اور انہیں اپنی مذہبی قیادت سے دور و نفور رکھنے کا مذموم کارنامہ انجام دیا جا رہا ہے۔یہ ناپاک مہم کافی کامیاب ہوتی ہوئی اب دکھنے بھی لگی ہے۔عام مسلمان خاص کر مسلمانوں کا نوجوان طبقہ اس وقت اپنے مذہبی اور مسلکی مراکز سے دور و نفور بھی ہے اور اپنی مذہبی قیادت سے اس کا رشتہ کمزور بھی بلکہ اب تو ڈھکے چھپے نہیں کھلے طور پر عام مسلمان مذہبی قیادت پر انگلیاں اٹھانے لگا ہے۔مذہبی ادارے مسلم نوجوانوں کی تنقید کا نشانہ بن رہے ہیں۔ مذہبی مراکز پر انگلیاں اٹھا رہے ہیں۔اس طرح ہم دیکھ رہے ہیں کہ ادھر چند سالوں میں مسلم معاشرہ کا شیرازہ منتشر ہونے کے ساتھ اس کے مذہبی تشخص کا تانا بانا بھی بکھرتا جا رہا ہے۔مسلمانوں کی لڑکیاں اس وقت تیزی کے ساتھ غیر مسلم لڑکوں کے بھیانک دام فریب میں پھنستی جا رہی ہیں۔اعلیٰ سوسائٹی کے مسلم گھرانوں کی ناسمجھ بیٹیاں غیر مسلم لڑکوں سے شادیاں کر رہی ہیں اور گھروں سے بھاگ کر ان ظالموں کے ناپاک پنجوں میں جکڑتی جا رہی ہیں۔

مسلم قیادت اور خفیہ ایجنسیاں: اسلام دشمن اور مسلم مخالف طاقتیں ابھی یہ سب کچھ کر رہی تھیں کہ اب مسلمانوں کی مذہبی قیادت پولیس انتظامیہ، حفاظتی دستوں حتیٰ کہ خفیہ ایجنسیوں کے بھی نشانے پر بھی آ گئی۔ان کو یہ احساس ہو چلا تھا کہ مسلمانوں کی مذہبی قیادت جب تک بیدار اور مخلص ہے تب تک اسلامیان ہند کے خلاف کوئی مؤثر کاروائی انجام نہیں دی جا سکتی۔اس لیے اگر ان کے مراکز دینیہ، مذہبی اداروں، مقامات مقدسہ اور ان کی شریعت اسلامیہ کے تعلق سے کوئی بھی مذموم کاروائی مؤثر طریقے سے انجام دینا ہے تو سب سے پہلے مذہبی قیادت کے تانے بانے کو بکھیرنا ہوگا اور اس مذہبی قیادت کی مضبوط آواز کو کمزور کرنا ہوگا۔امت مسلمہ کے حقوق کے لیے بلند ہونے والی آوازوں کو مذہبی قیادت کے گلے سے نکلنے سے پہلے ہی گھوٹنا ہوگا اور انہیں قانون و گرفتاری کا خوف دلا کر خاموش کرنا ہوگا۔اس لیے انہوں نے مذہبی قیادت کے خلاف کئی طرح سے کاروائیاں کرنا شروع کیں۔مذہبی قیادت کے خلاف مسلمانوں ہی کے ذریعہ معمولی باتوں پر مقدمات قائم کرا کے سخت کاروائیاں شروع کی گئیں، مراکز دینیہ اور مذہبی اداروں کو ملنے والے

چندے کی آڑ لے کر ای، ڈی کے چھاپے ڈلوانا شروع کیے۔ بیرون ملک سے فنڈنگ ہونے کا الزام لگا کر خفیہ ایجنسیوں نے جانچ کے نام پر اور میڈیا نے بریکنگ نیوز کا عنوان دے کر مذہبی قیادت کو پریشان کرنے اور انہیں بدنام کرنے کی مہم تیز کر دی۔ ہر مذہبی قائد کے ارد گرد ان خفیہ ایجنسیوں نے بے روزگار مسلم نوجوانوں کو چند سکوں میں خرید کر اپنے جاسوسی نظام کا جال بن دیا۔ حد تو یہ ہے کہ اس وقت ہر مسلم ادارے، ہر خانقاہ، ہر مزار، ہر درگاہ، ہر مسجد، ہر مذہبی مرکز اور ہر مذہبی شخصیت کے اِرد گرد ان خفیہ ایجنسیوں کے دلال اور ایجنٹ موجود ہیں جو اس مذہبی قیادت کے ارد گرد ہونے والی ہر سرگرمی سے متعلق پل پل کی لائیو رپورٹ خفیہ ایجنسیوں کو بھیجتے رہتے ہیں۔ اس وقت مذہبی قیادت کے نہ تو ادارے ان ایجنٹوں سے محفوظ ہیں اور نہ ہی ان کے عبادت خانے، مذہبی قیادت کے نہ تو گھر محفوظ ہیں اور نہ ہی ان کی نشست گاہیں۔ پوری مذہبی قیادت کو اس وقت خفیہ ایجنسیوں نے اپنے جال میں جکڑ رکھا ہے۔ جو باتیں ان مذہبی قائدین کے قریبی رشتہ داروں اور اہل خانہ کو معلوم نہیں ہو پاتیں وہ ان خفیہ ایجنسیوں تک پہنچ جاتی ہیں۔

مذہب اسلام میں مسجد کے محراب و منبر کو تقدس بھی حاصل ہے اور قیادت کے اعتبار سے نہایت اہمیت بھی۔ یہ مسجد کے محراب و منبر ہی ہیں کہ جہاں سے ہمیشہ امت مسلمہ کی رہنمائی کے لیے مؤثر طریقے اپنائے جاتے رہے ہیں۔ مسجدوں میں جمعہ کے دن ہونے والے مخلص، حق گو اور قابل و باصلاحیت علماء ومشائخ کے بیانات ہمیشہ سے امت مسلمہ کے اندر مذہبی و مسلکی روح پھونکتے چلے آئے ہیں اور مذہبی بیداری کے یہ اہم ذرائع رہے ہیں۔ خفیہ ایجنسیوں اور حکومتی اداروں کو اس کا ادراک بہت پہلے سے ہو چکا تھا۔ اس لیے اِدھر چند سالوں سے انہوں نے ہر خطہ کی ہر اہم مسجد میں اپنے زر خرید مسلم ایجنٹ پابندی کے ساتھ جمعہ کے دن بھیجنا شروع کر دیے ہیں جو جمعہ کے دن ہونے والی تقریروں کو من وعن بلکہ اس میں نمک مرچ لگا کر اپنے آقاؤں تک بھیج کر ملت فروشی کی تجارت کو فروغ دے رہے ہیں۔

تدارک: اس وقت واقعی طور پر اسلامیان ہند نہایت نازک دور سے گزر رہے ہیں۔ ہمارے معاشرے کے مذہبی ومعاشرتی تانے بانے بالکل بکھر کر رہ گئے ہیں۔ مضبوط آوازیں دبائی جا چکی ہیں اور مذہبی سرگرمیوں پر قدغن لگائے جا چکے ہیں۔ ایسے ہوش ربا ماحول میں کرنے کا جو کام ہے وہ یہ کہ ہمارے ائمہ، خطبا، مشائخ، مفتیان کرام اور علمائے ذوی الاحترام اپنی تحریروں، اپنی تقریروں اور اپنی مذہبی ومسلکی سرگرمیوں کے خاکوں کا از سر نو جائزہ لیں۔ اپنی نجی محفلوں اور اپنے مذہبی اداروں کا تجزیہ کریں اور اسلام دشمن طاقتوں کو جن ذرائع سے قانونی حملہ کرنے کا موقع ملتا ہے ان کا سد باب کریں، اپنے خطابات، اپنی تحریروں اور اپنی تقریروں کے انداز بیان میں تبدیلیاں پیدا کریں، اپنی محفلوں، نشست گاہوں اور اپنے ارد گرد کا باریک بینی سے جائزہ لیں، گفتگو میں حد درجہ احتیاط سے کام لیں۔ موبائل، انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا وغیرہ پر اپنی سرگرمیوں کو محدود ومحتاط لباس پہنائیں، کوئی ایسی تحریر اور کوئی ایسا بیان جاری نہ کریں جس سے آپ کے فریق مخالف کو آپ پر حملہ کرنے کا موقع ملے۔ اللہ ہماری حفاظت فرمائے۔ آمین



ترجمہ: مجدد اعظم اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ

باب التفسیر

تفسیر: صدرالافاضل حضرت علامہ محمد نعیم الدین صاحب مرادآبادی علیہ الرحمہ

پیش کش: مولانا ابرارالحق رحمانی مدھوبنی

ترجمہ: ان کا بدلہ یہ ہے کہ ان پر لعنت ہے اللہ اور فرشتوں اور آدمیوں کی سب کی۔ ہمیشہ اس میں رہیں نہ ان پر عذاب ہلکا ہو اور نہ انہیں مہلت دی جائے مگر جنہوں نے اس کے بعد توبہ کی ۱۶۹ اور آپا سنبھالا تو ضرور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ بے شک وہ جو ایمان لاکر کافر ہوئے پھر اور کفر میں بڑھے ۱۷۰ ان کی توبہ ہرگز قبول نہ ہوگی ۱۷۱ اور وہ وہی ہیں بہکے ہوئے وہ جو کافر ہوئے اور کافر ہی مرے ان میں کسی سے زمین بھر سونا ہرگز قبول نہ کیا جائے گا اگرچہ اپنی خلاصی کو دے۔ ان کے لئے دردناک عذاب ہے اور ان کا کوئی یار نہیں۔ تم ہرگز بھلائی کو نہ پہنچو گے جب تک راہ خدا میں اپنی پیاری چیز نہ خرچ کرو ۱۷۲ اور تم جو کچھ خرچ کرو اللہ کو معلوم ہے۔ سب کھانے بنی اسرائیل کو حلال تھے مگر وہ جو یعقوب نے اپنے اوپر حرام کرلیا تھا توریت اترنے سے پہلے تم فرماؤ توریت لاکر پڑھو اگر سچے ہو ۱۷۳ تو اس کے بعد جو اللہ پر جھوٹ باندھے ۱۷۴ تو وہی ظالم ہے تم فرماؤ اللہ سچا ہے تو ابراہیم کے دین پر چلو ۱۷۵ جو ہر باطل سے جدا تھا اور شرک والوں میں نہ تھے۔ (سورۂ آل عمران، پ ۳، ع ۱۶/۱۷، آیت ۸۶ تا ۹۵)

تفسیر: ۱۶۹ اور کفر سے باز آئے۔ **شان نزول**: حارث ابن سوید انصاری کو کفار کے ساتھ جا ملنے کے بعد ندامت ہوئی تو انہوں نے اپنی قوم کے پاس پیام بھیجا کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کریں کہ کیا میری توبہ قبول ہوسکتی ہے ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی تب وہ مدینہ منورہ میں تائب ہوکر حاضر ہوئے اور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی توبہ قبول فرمائی۔ ۱۷۰ **شان نزول**: یہ آیت یہود کے حق میں نازل ہوئی جنہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور انجیل کے ساتھ کفر کیا پھر کفر میں اور بڑھے اور سید انبیاء محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل تو اپنی کتابوں میں آپ کی نعت وصفت دیکھ کر آپ پر ایمان رکھتے تھے اور آپ کے ظہور کے بعد کافر ہوگئے اور پھر کفر میں اور شدید ہوگئے۔ ۱۷۱ اس حال میں یا وقت موت یا اگر وہ کفر پر مرے۔ ۱۷۲ بر سے تقویٰ وطاعت مراد ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ یہاں خرچ کرنا عام ہے تمام صدقات کا یعنی واجبہ ہوں یا نافلہ سب اس میں داخل ہیں حسن کا قول ہے کہ جو مال مسلمانوں کو محبوب ہو اور اسے رضائے الٰہی کے لئے خرچ کرے وہ اس آیت میں داخل ہے خواہ ایک کھجور ہی ہو (خازن) عمر بن عبد العزیز شکر کی بوریاں خرید کر صدقہ کرتے تھے ان سے کہا گیا اسکی قیمت ہی کیوں نہیں صدقہ کردیتے فرمایا شکر مجھے محبوب و مرغوب ہے میں چاہتا ہوں کہ راہ خدا میں پیاری چیز خرچ کروں (مدارک) بخاری و مسلم کی حدیث ہے کہ حضرت ابوطلحہ انصاری مدینے میں بڑے مالدار تھے انہیں اپنے اموال میں بیرحا (باغ) بہت پیارا تھا جب یہ آیت نازل ہوئی تو انہوں نے بارگاہ رسالت میں کھڑے ہوکر عرض کیا مجھے اپنے اموال میں بیرحا سب سے پیارا ہے میں اس کو راہ خدا میں صدقہ کرتا ہوں حضور نے اس پر مسرت کا اظہار فرمایا اور حضرت ابوطلحہ نے بایمائے حضور اپنے اقارب اور بنی عم میں اس کو تقسیم کردیا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابوموسیٰ اشعری کو لکھا کہ میرے لئے ایک باندی خرید کر بھیجو جب وہ آئی تو آپ کو بہت پسند آئی آپ نے یہ آیت پڑھ کر اللہ کے لئے اس کو آزاد کردیا۔

☆

گلدستۂ احادیث

ترتیب وانتخاب: نبیرۂ اعلیٰ حضرت، حضرت مولانا الحاج الشاہ **محمد سبحان رضا سبحانی میاں** مدظلہ العالی
سربراہ خانقاہ عالیہ قادریہ رضویہ رضا نگر، سوداگران بریلی شریف

جوتا پہن کر کھانے کا حکم

حدیث: عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا أکلتم الطعام فاخلعوا نعالکم ،فانہ اروح لاقدامکم وانھا سنۃ جمیلۃ.

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسواللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب کھانا کھانے بیٹھو تو جوتے اتارلو کہ اس میں تمہارے پاؤں کیلئے زیادہ راحت ہے اور یہ اچھی سنت ہے۔

میرے جدامجد امام احمد رضا قدس سرہ اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں: جوتا پہنے کھانا اگراس عذر سے ہو کہ زمین پر بیٹھا کھا رہا ہے اور فرش نہیں جب تو صرف ایک سنت مستحبہ کا ترک ہے۔اس کیلئے بہتر یہی تھا کہ جوتا اتارے اور اگر میز پر کھاتا ہے اور یہ کرسی پر جوتا پہنے ہے تو یہ وضع خاص نصاری کی ہے۔اس سے دور بھاگے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وہ ارشاد یاد کرے:من تشبہ بقوم فھو منھم. جو کسی قوم سے مشابہت پیدا کرے وہ انہیں میں سے ہے۔(فتاویٰ افریقہ ۵۳)

مگر آج تو حال اتنا خراب ہے کہ شادی بیاہ وغیرہ دیگر تقریبات میں کھڑے کھڑے اور چلتے پھرتے کھانے پینے کا چلن عام ہوتا جا رہا ہے۔نہ شریعت کا لحاظ اور نہ خدا اور سول کا خوف اللہ ہدایت عطا فرمائے آمین

(سبحانی غفرلہ)

حدیث: عن الحسن البصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرسلا قال کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا اتی بطعام وضعہ علی الارض.

ترجمہ: حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرسلا روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیلئے جب کھانا حاضر کیا جاتا تو زمین پر رکھ کر تناول فرماتے۔۱۲م

حدیث: عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یضعھا علی الحضیض ویقول انما انا عبد اٰکل کما یاکل العبد وأشرب کما یشرب العبد

ترجمہ: حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کھانے کو فرش پر رکھتے اور فرماتے میں اطاعت شعار بندوں کی طرح کھاتا پیتا ہوں۔

حدیث: عن السائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال رأیت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یأکل ثریدا متکئا علی سریر ثم یشرب من فخارہ.

ترجمہ: حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تخت پر ٹیک لگائے ثرید تناول فرماتے دیکھا، پھر کوزہ سے پانی نوش فرمایا۔۱۲

حدیث: عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنھما قال ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امر بعلق الاصابع والصحفۃ وقال انکم لا تدرون فی أیہ البرکۃ.

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انگلیاں اور پلیٹ چاٹنے کا حکم فرمایا۔اور ساتھ ہی ارشاد فرمایا کہ تمہیں کیا معلوم کہ کھانے کے کس حصہ میں برکت ہے۔

حدیث: عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امرنا ان نسلت القصعۃ وقال فانکم لا تدرون فی ای طعامکم البرکۃ

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں کھانا کھا کر پیالہ خوب صاف کرنے کا حکم فرمایا اور فرمایا تم کیا جانو کہ تمہارے کون سے کھانے میں برکت ہے۔

فتاویٰ منظر اسلام

ترتیب، تخریج، تحقیق:- حضرت مولانا مفتی محمد احسن رضا قادری، سجادہ نشین درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف

بے وجہ شرعی شوہر کے گھر چھوڑنے کا حکم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی سالی ہندہ کو قریب چھ ماہ سے اپنے گھر میں بغرض کرنے نکاح کے رکھا ہے۔ جبکہ ہندہ کا شوہر موجود ہے۔ ہندہ اور اس کے شوہر میں ایسی کشیدگی واقع ہوئی ہے کہ ہندہ اپنے شوہر کے گھر کسی طرح جانے کو تیار نہیں رہتی ہے دو مرتبہ شوہر زید کے یہاں ہندہ کو لینے کیلئے آیا لیکن ہندہ کسی طرح شوہر کے ساتھ جانے کو تیار نہ ہوئی اور نہ زید نے بھیجا زید ہندہ کے شوہر سے ہندہ کی طلاق لینے کی کوشش کر رہا ہے اور ہندہ کا شوہر طلاق دینے سے انکار کر رہا ہے ایسی مشکل میں بستی کے عام لوگوں کے لئے شرع پاک کا کیا حکم ہے اور زید کے لئے کیا حکم ہے جواب سے مطلع فرمائیے۔

الجواب: اگر ہندہ بلاوجہ شرعی اپنے شوہر کے گھر جانے کو تیار نہیں ہے تو وہ شرعاً سخت گنہگار ظالمہ جفا کار ہے اس پر فرض ہے کہ فوراً شوہر کے گھر جائے اور اس سے معافی چاہے اور اگر کوئی وجہ شرعی ہے تو اسے بیان کر کے دوبارہ دریافت کیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سودی روپیہ مسجد و مدرسہ میں لگانے کا حکم

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین مسئلہ میں کہ کافر سے سود لیکر مسجد مدرسہ میلاد شریف وغیرہ وغیرہ جتنے بھی نیک کام ہیں اس میں لگا سکتے ہیں یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

کفیل احمد مدرسہ اشرف العلوم شیش گڑھ بریلی

الجواب: (۱) اللھم هداية الحق و الصواب سود حرام قطعی ہے اسے حلال جاننا کفر ہے: **قال الله تعالیٰ احل الله البيع و حرم الربوا** ۔لہٰذا سود کسی سے حلال نہیں البتہ حربی کافر کو روپے دیکر زائد لیا جائے وہ سود نہیں نہ اسے سود کہنا جائز نہ اس پر سود کے احکام جاری ہوں گے کہ سود مسلمان مسلمان کے مابین یا مسلم اور ذمی کافر کے درمیان مال معصوم میں ہوتا ہے۔ اور حربی کافر کا مال معصوم نہیں بلکہ مباح ہے۔ طحطاوی علی الدر پھر ردالمحتار میں ہے: **شرط الربوا عصمة البدلين**. ولہٰذا فقہاء نے تصریح فرمائی: **لا ربا بين المسلم و الحربی فی دار الحرب** اس کی علت وہی ہے کہ حربی کا مال معصوم نہیں مباح ہے۔ لہٰذا اگر وہ اپنی خوشی سے زائد دیتا ہے تو لینا جائز ہے۔ ہدایہ میں فرمایا: **لان مالهم مباح فبای طريق اخذه المسلم اخذ مالا مباحا اذا لم يكن فيه غدر**. اور اس مال کو ہر جائز کام میں صرف کر سکتے ہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ قاضی عبدالرحیم بستوی غفرلہ القوی

دارالافتاء منظر اسلام بریلی شریف

شاہ ولی اللہ اور ''اَنْفَاسُ الْعارِفین''

از: علامہ یٰسٓ اختر مصباحی،دارالقلم، دھلی

''اَنفاسُ العارفین'' مؤلّفہ: شاہ ولی اللہ ،محدِّث دہلوی علم وفضل، تصوف و روحانیت، تجربہ ومشاہدہ اور تعارف وتذکرۂ خانوادۂ ولی اللّٰھی پر مشتمل بہت سی معلومات وواقعات وحقائق ومعارف واَسرار سے معمور ایک خزانہ ہے جو شاہ ولی اللہ نے اپنے اَکابر واسلاف، بِالخصوص اپنے آبا و اَجداد کے تعلق سے قلمبند فرمائے ہیں۔اس ''انفاس العارفین'' کے مطالعہ سے قارئین کو صحیح طور پر معلوم ہو جاتا ہے کہ ''مسلکِ ولی اللّٰھی''اور''فکرِ ولی اللّٰھی'' کیا ہے؟

اور نتیجے کے طور پر ،انھیں یہ فیصلہ کرنا، بہت آسان ہو جاتا ہے کہ:''فکر ومسلکِ ولی اللّٰھی'' کو اپنی شاطرانہ تحریروں اور حربوں کے ذریعہ ایک مخصوص طبقے کے عُلما ومؤرخین نے مَسخ کرنے کی کتنی ناروا جسارت اور مذموم کوشش کی ہے۔

فتاویٰ ہندیہ(فتاویٰ عالمگیری) کے اہم رکن،حضرت شاہ عبدالرحیم،محدِّث دہلوی کے دونوں فرزند،شاہ ولی اللہ اور اہلُ اللہ اپنے والدِ محترم کی طرح بڑے عالم وفاضل تھے۔اپنی اور اپنے بھائی کی ولادت سے قبل کا واقعہ، بیان کرتے ہوئے شاہ ولی اللہ ،محدِّث دہلوی، رقم طراز ہیں:

''حضرت والد ماجد(شاہ عبدالرحیم ، دہلوی) فرمایا کرتے تھے کہ: جب فرزندِ عزیز صلاح الدین بیمار ہوا اور ہم نے اس کی زندگی سے ہاتھ دھو لیے تو میں نے کفن خریدنے اور قبر کھودنے کے لئے کہہ دیا۔ اچانک میرے دل میں جوش آیا اور ایک کونے میں جا بیٹھا۔حد سے زیادہ گڑگڑا کر دعا مانگی۔فرشتے نے آکر اس کی زندگی اور صحت کی بشارت دی۔اسی دم وہ چھینکا اور اس کی زندگی لوٹ آئی۔

(ص ۱۴۴۔انفاس العارفین۔مؤلّفہ: شاہ ولی اللہ ،محدِّث دہلوی۔ اردو ترجمہ از سید محمد فاروق القادری۔مطبوعہ:مکتبۃ الفلاح۔دیو بند۔ ضلع سہارن پور،اتر پردیش،انڈیا)

اپنے والد ماجد ،شاہ عبدالرحیم کے نئے نکاح اور اپنی ولادت کی ملنے والی بشارت کا ذکر کرتے ہوئے شاہ ولی اللہ ،محدِّث دہلوی،تحریر فرماتے ہیں:

''حضرت والد ماجد (شاہ عبدالرحیم) جب ساٹھ سال کے ہوئے تو، ان پر منکشف ہوا کہ تقدیر کے فیصلے کے مطابق آپ کے ہاں ایک اور فرزند پیدا ہوگا۔بعض خاص یارانِ طریقت سے یہ بھی سننے میں آیا کہ بشارت دی گئی تھی کہ وہ نَومولود،علمی اور روحانی بلند مقامات کو پہنچے گا۔ چنانچہ آپ کے دل میں شادی کا خیال پیدا ہوا۔جب مخدومی ،شیخ محمد نے یہ ماجرا سنا تو وہ اس کوشش میں رہنے لگے کہ یہ بچہ،ان کی لختِ جگر سے ہو۔اس فقیر (ولی اللہ، دہلوی) نے بعض ثقہ لوگوں سے سُن رکھا ہے کہ جب اس شادی کی بات پکی ہوگئی تو بعض مخالفین اور منافقین نے کہا کہ اس عمر میں شادی،مناسب نہیں رہے گی۔

حضرت والد ماجد (شاہ عبدالرحیم ، دہلوی) نے ان کی

باتیں سنیں اور فرمایا کہ میری عمر کا ابھی کافی حصہ باقی ہے اور لڑکے بھی پیدا ہوں گے۔ چنانچہ آپ اپنی اس شادی کے سترہ سال بعد تک زندہ ہے اور دو بچے بھی پیدا ہوئے۔فقیر (ولی اللہ دہلوی) ابھی پیدا نہیں ہوا تھا کہ ایک رات حضرت والد ماجد (شاہ عبدالرحیم، دہلوی) نمازِ تہجد پڑھ رہے تھے اور میری والدہ ماجدہ بھی ان کے قریب ہی نمازِ تہجد میں مشغول تھیں۔نوافل کے بعد حضرت والد ماجد نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور والدہ آمین کہتی رہیں۔اسی اَثنا میں دو اور ہاتھ ظاہر ہوئے۔ والد ماجد نے فرمایا: یہ دو ہاتھ ہمارے بیٹے کے ہیں جو پیدا ہوگا۔اس کے بعد یہ فقیر (ولی اللہ، دہلوی) پیدا ہوا اور سات سال کی عمر میں نمازِ تہجد میں والدین کا ساتھی بنا اور اسی خواب والی وضع میں ان دونوں کے درمیان، دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے۔وَھٰذَا تَاوِیلُ رُؤْیَایَ مِنْ قَبْلُ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّی حَقًّا۔(ص ۱۴۵۔اَنفاسُ العارفین)

اپنے نام کے سلسلے میں شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی تحریر فرماتے ہیں:

والد ماجد نے فرمایا: ایک دفعہ میں حضرت قطب الدین بختیار کاکی دہلوی کے مزارِ مبارک کی زیارت کے لئے گیا۔ آپ کی روحِ مبارک ظاہر ہوئی اور اس نے مجھ سے فرمایا کہ تمہیں ایک فرزند پیدا ہوگا اس کا نام قطب الدین احمد رکھنا۔اس وقت میری زوجہ، عمر کے اُس حصے میں پہنچ چکی تھیں جس میں اولاد کا پیدا ہونا ممکن نہیں ہوتا ہے۔میں نے سوچا کہ شاید اس سے مراد بیٹے کا فرزند یعنی پوتا ہے۔میرے اس وہم پر فوراً مطلع ہوگئے اور فرمایا: میرا مقصد، یہ نہیں بلکہ فرزند (جس کی بشارت دی گئی ہے) خود تمھاری صُلب سے ہوگا۔کچھ عرصہ بعد دوسرے عَقد کا خیال پیدا ہوا اور اسی سے کاتبُ الحروف فقیر ولی اللہ دہلوی پیدا ہوا۔میری پیدائش کے وقت والد ماجد (شاہ عبدالرحیم، دہلوی) کے ذہن سے یہ واقعہ اُتر گیا اس لئے انھوں نے ولی اللہ نام رکھ دیا۔کچھ عرصہ بعد جب انھیں یہ واقعہ یاد آیا تو انھوں نے میرا نام، قطب الدین احمد رکھا۔''

(ص ۱۱۰۔انفاس العارفین۔مؤلّفہ: شاہ ولی اللہ، محدّث دہلوی۔ مطبوعہ: مکتبۃ الفلاح، دیوبند)

جب آپ ابھی شکمِ مادر میں تھے اُس وقت کا ایک واقعہ اور اپنے بھائی شاہ اہلُ اللہ کی ولادت کی بشارت کا ذکر کرتے ہوئے آپ لکھتے ہیں:

نیز یہ فقیر (ولی اللہ دہلوی) ابھی ماں کے پیٹ میں تھا کہ اُس وقت حضرت والد ماجد نے ایک بھکارن کو آدھی روٹی خیرات دی۔وہ جانے لگی تو اسے واپس بلا کر باقی آدھی روٹی بھی دے دی اور فرمایا کہ بچہ جو پیٹ میں ہے کہہ رہا ہے کہ اللہ کی راہ میں پوری روٹی دینی چاہیے۔ایک دن جب یہ فقیر (ولی اللہ دہلوی) ابھی بہت کمسن تھا حضرت والد نے ''اہلُ اللہ'' کے نام سے کسی کو دوبار آواز دی۔ایک آدمی نے پوچھا: جنابِ والا کس کو بُلا رہے ہیں؟ میری طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ اہل اللہ، اس کا بھائی ہے جو عنقریب پیدا ہوگا۔اس کا نام خودبخود میری زبان پر جاری ہوگیا۔(ص ۱۴۵۔انفاس العارفین)

شاہ عبدالرحیم محدّث دہلوی کی زبانی ایک واقعہ شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی اس طرح تحریر کرتے ہیں:

حضرت والد ماجد (شاہ عبدالرحیم، دہلوی) نے فرمایا کہ ''ایک دن وہ بزرگ اور حضرت سید صاحب دونوں قرآن مجید کا دَور کر رہے تھے کہ کچھ لوگ عرب صورت سبز پوش گروہ در گروہ، ظاہر ہوئے۔ان کا سردار مسجد کے قریب کھڑا ہو کر ان قاریوں کی تلاوت سننے لگا اور کہا: بَارَكَ اللّٰهُ اَدَّيْتَ حَقَّ الْقُرآن۔ (اللہ برکت دے تلاوتِ قرآن کا

خوب حق ادا کیا) یہ کہہ کر واپس پلٹے۔ان بزرگ کی عادت تھی کہ تلاوتِ قرآن کے وقت آنکھوں کو نیند کی سی حالت میں رکھتے تھے۔ کسی کی طرف بھی توجہ نہیں کرتے تھے۔جب تلاوت کو آخر تک پہنچایا تو سید عبداللہ سے پوچھا کہ یہ کون بزرگ تھے جن کی ہیبت سے میرا دل کانپ اٹھا مگر عظمتِ قرآن کے سبب میں اپنی جگہ سے اٹھ نہ سکا؟ سید صاحب نے کہا: قبلہ! یہ اس وضع کے بزرگ تھے کہ جب ان کا سردار پہنچا تو مجھ میں یہ طاقت نہ رہی کہ میں اپنی جگہ بیٹھا رہوں۔ مجبوراً اٹھا اور ان کی تعظیم بجالایا۔یہی باتیں ہو رہی تھیں کہ اسی وضع قطع کا ایک اور آدمی آیا اور کہنے لگا کہ نبیِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کل مجمعِ اصحاب میں اس جنگل کے رہنے والے حافظ کی تعریف وتوصیف فرما رہے تھے اور ساتھ ہی فرما رہے تھے کہ اس کی قرأت بھی سنیں گے۔کل علی الصَّباح ہم اُسے دیکھنے جائیں گے۔ اگر آئے تھے تو کدھر کو گئے؟ آپ تشریف لائے تھے کہ نہیں؟ ان دونوں بزرگوں نے جب یہ بات سنی تو دائیں بائیں دوڑے مگر کوئی نشان نہ پایا۔ (اللہ ان دونوں کی قبروں پر رحمت کے پھول برسائے) راقم الحروف (ولی اللہ دہلوی) کا گمان ہے کہ حضرت والد ماجد (شاہ عبدالرحیم دہلوی) نے یہ بھی فرمایا تھا کہ اس واقعہ کے بعد مدتوں اس جنگل سے خوشبو مہکتی رہی جسے لوگ سونگھتے اور محسوس کرتے تھے۔

(ص ۴۱، ۴۲۔انفاس العارفین۔مؤلّفہ: شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی)

حضرت خواجہ ادریس سامانی کا حیرت انگیز واقعہ بیان کرتے ہوئے شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی، تحریر فرماتے ہیں:

''حضرت والد ماجد (شاہ عبدالرحیم دہلوی) فرمایا کرتے تھے کہ ایک دفعہ حضرت خواجہ ادریس سامانی حُجرے میں یادِ خدا میں مصروف تھے۔ان کے اہلِ خانہ کی عادت تھی کہ ہر سال اسی حُجرے میں جانوروں کے لئے گھاس بھوسا وغیرہ ذخیرہ کیا کرتے تھے۔اتفاق سے اسی دَوران اہلِ خانہ نے اس میں گھاس ڈالنا شروع کی اور انھیں حُجرے میں شیخ ادریس سامانی کی موجودگی کا کوئی علم نہ ہوسکا۔حضرت شیخ بھی اپنی ہستی سے اِس قدر بے خبر اور مَحو تھے کہ انھیں بھی اپنے اوپر گھاس پڑنے کا احساس تک نہ ہوسکا۔کچھ دیر بعد شیخ صاحب کے بارے میں پوچھ گچھ کی گئی۔مسجد میں بھی ڈھونڈا گیا لیکن کہیں نہ ملے۔آنے جانے والوں سے پوچھا گیا۔ کچھ معلوم نہ ہوسکا۔ مایوس ہو کر تلاش وجستجو بھی چھوڑ دی گئی۔کچھ ماہ بعد جب چارہ باہر لانے کی ضرورت پڑی تو حُجرے کا دروازہ کھولا گیا۔اور گھاس باہر نکالنے لگے۔بالآخر ایک دن گھاس اٹھانے والے کا ہاتھ حضرت شیخ پر جا پڑا

تو وہ چونک گیا کہ یہاں کوئی آدمی موجود ہے۔جب اچھی طرح ٹٹولا تو شیخ کو پہچان لیا۔یہ سن کر لوگوں کا ہجوم اُمڈ پڑا اور اُس وقت شیخ کو بھی حالتِ سُکر سے اِفاقہ ہوا۔دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ نہ تو انھیں درازیِ مدت کا احساس رہا نہ ہی ان کے جسم وجان پر کچھ نہ کھانے پینے سے کوئی اثر پڑا۔یہ واقعہ عجیب وغریب واقعات میں سے ہے وَاللّٰہُ اَعْلَم۔

(ص ۴۲۔انفاس العارفین۔مؤلّفہ: شاہ ولی اللہ، محدّث دہلوی)

سطحِ سمندر پر سَیر کرنے کا ایک واقعہ، بیان کرتے ہوئے شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی تحریر فرماتے ہیں:

''حضرت خلیفہ (ابوالقاسم اکبرآبادی) سفرِ حجاز میں عموماً اپنے رُفقائے حجاز کو مقامات وکراماتِ اولیاء اللہ سنایا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ اولیا کے پانی پر چلنے اور دور دراز مقامات کو آناً فاناً طے کرنے کی بات چل پڑی تو جہاز کے کپتان نے ان کرامات کا انکار کر دیا اور کہنے لگا کہ

ایسے جھوٹ کے طومار بہت سے سننے میں آتے ہیں جن کی کوئی حقیقت نہیں۔ یہ سن کر آپ کی غیرتِ ایمانی جاگ اُٹھی اور سمندر میں چھلانگ لگا دی۔ یہ دیکھ کر لوگوں نے کپتان کو ملامت کی اور وہ خود بھی اس بات پر نادم ہوا کہ میرے جھگڑے کی وجہ سے فقیر ہلاک ہوا۔ اور رُفقائے خلیفہ بھی حضرت خلیفہ کے تصورِ مہجوری سے غمگین ہونے لگے۔ عین اسی وقت حضرت خلیفہ نے بلند آواز سے کہا کہ رنجیدہ نہ ہوں۔ میں خیر وعافیت سے پانی کی سطح پر سَیر کر رہا ہوں۔ یہ سن کر تمام اہلِ جہاز اور کپتان نے آئندہ درویشوں سے گستاخی کرنے سے توبہ کی اور حلقۂ نیازمنداں میں شامل ہوگئے۔ ان کے رُجوع وتوبہ کے بعد حضرت خلیفہ ابوالقاسم صحیح وسالم جہاز پر چڑھ آئے۔

(ص ۷۷۔ انفاسُ العارفین۔ مؤلّفہ: شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی)

اصطلاحِ صوفیہ میں ''غَیبت'' اُس کیفیت کو کہتے ہیں جس میں صوفیِ کامل مخلوق سے غائب اور بارگاہِ الٰہی میں حاضر ہو۔ اِسی عالَمِ غَیبت کا ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی تحریر کرتے ہیں:

''والدِ ماجد (شاہ عبدالرحیم دہلوی) فرمایا کرتے تھے کہ ایک دن عصر کے وقت میں مراقبے میں تھا کہ غَیبت کی کیفیت طاری ہوگئی۔ میرے لئے اس وقت کو چالیس ہزار برس کے برابر وسیع کر دیا گیا۔ اور اس مدت میں آغازِ آفرینش سے روزِ قیامت تک پیدا ہونے والی مخلوق کے احوال وآثار کو مجھ پر، ظاہر کر دیا گیا۔ راقم الحروف (ولی اللہ دہلوی) کا گمان ہے کہ آپ نے یہ کلمات بیان کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا تھا کہ لَاالٰہَ اِلَّا اللّٰہ کے حروف کا فاصلہ اتنے ہزار برس کا ہے وَاللّٰہُ اَعْلَمَ۔ (ص ۹۵۔ اَنفاس العارفین۔ مؤلّفہ: شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی)

درود شریف کی برکت سے متعلق شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی تحریر فرماتے ہیں:

''یہ فقیر (ولی اللہ دہلوی) بچپن میں ہم عمر رشتہ دار بچوں کے ساتھ باغ میں سیر وتفریح کے لئے چلا گیا۔ جب واپس آیا تو آپ (والد ماجد) نے فرمایا: اے فلاں! آج کے دن تم نے کون سی ایسی چیز حاصل کی ہے جو تمہارے لئے سرمایہ وتوشہ بنے؟ ابھی ابھی میں نے اس مختصر وقت میں اتنی مرتبہ درود پاک پڑھ لیا ہے۔ محض یہ بات سنتے ہی فقیر (ولی اللہ دہلوی) کے دل سے باغات کی سیر کا شوق جاتا رہا اور پھر ایسا خیال کبھی نہیں آیا۔

(ص ۱۴۶۔ اَنفاس العارفین۔ مؤلّفہ: شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی)

والد ماجد نے فرمایا کہ ایک دن میں نے حضرت پیغمبر صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو دیکھا کہ حاضرین میں سے ہر شخص اپنی فہم وفراست کے مطابق آپ کی بارگاہ میں درود پیش کر رہا ہے۔ میں نے بھی یہ درود شریف پیش کیا:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ محمدِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَ آلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ وَ بارِكْ وَسَلِّم۔ جب آپ نے سنا تو آپ کے چہرۂ مبارک سے بشاشت اور تازگی نمودار ہو رہی تھی۔

(ص ۱۰۶۔ اَنفاس العارفین۔ مؤلّفہ: شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی)

بارگاہِ رسالت میں پیش کردہ ایک مخلصانہ نیاز کی مقبولیت کا روح پرور واقعہ بیان کرتے ہوئے شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی تحریر فرماتے ہیں:

والد ماجد نے فرمایا: ایک مرتبہ اتفاقاً خزانۂ غیب سے کچھ میسر نہ آسکا کہ میں کچھ طعام پکا کر آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی روحِ پُر فتوح کی نیاز دلا سکتا۔ لٰھذا تھوڑے سے بُھنے ہوئے چنے اور قند پر اِکتفا کرتے ہوئے میں نے آپ کی نیاز دلوا دی۔ اُسی رات بچشمِ

حقیقت میں نے دیکھا کہ اَنواع واَقسام کے طعام آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بارگاہ میں پیش کیے جا رہے ہیں۔اسی دَوران وہ قَند اور چنے بھی پیش کیے گئے۔انتہائی خوشی اور مسرت سے آپ نے وہ قبول فرمائے اور اپنی طرف لانے کا اشارہ فرمایا اور تھوڑا سا اس میں سے تناول فرما کر، باقی اصحاب میں تقسیم فرما دیا۔کاتبُ الحروف (ولی اللہ، دہلوی) کہتا ہے کہ اسی قسم کا واقعہ اگلے بزرگوں سے بھی روایت کیا جا سکتا ہے۔مگر یہ واقعہ بلا شبہ حضرت والد ماجد (شاہ عبدالرحیم، دہلوی) کا ہے۔ہوسکتا ہے کہ توارُد ہوا ہو۔

(ص ۱۰۶، ۱۰۷۔ اَنفاس العارفین ۔مؤلّفہ: شاہ ولی اللہ ،محدّث دہلوی۔مکتبۃ الفلاح، دیوبند۔ضلع سہارن پور۔اتر پردیش، انڈیا)

حالتِ خواب کے خوشبو دار زَردہ کو حالتِ بیداری میں محسوس و موجود ہونے کا ایک روحانی واقعہ بیان کرتے ہوئے شاہ ولی اللہ،محدّث دہلوی، تحریر فرماتے ہیں:

''والد ماجد (شاہ عبدالرحیم دہلوی) فرمایا کرتے تھے کہ ماہِ رمضان میں ایک دن میری نکسیر پھوٹ پڑی تو مجھ پر ضعف طاری ہوگیا۔ قریب تھا کہ میں کمزوری کی بنا پر روزہ اِفطار کرلوں کہ صومِ رمضان کی فضیلت کے ضائع ہونے کا غم لاحق ہوا۔اسی غم میں قدرے غنودگی طاری ہوئی تو رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو خواب میں دیکھا کہ آپ نے مجھے لذیذ اور خوشبودار زَردہ مرحمت فرمایا ہے۔پھر انتہائی خوش گوار ٹھنڈا پانی بھی عطا فرمایا جو میں نے سَیر ہو کر پیا۔میں اس عالَمِ غُنُودگی سے نکلا تو بھوک اور پیاس بالکل ختم ہو چکی تھی۔ میرے ہاتھوں میں ابھی تک زَردہ کے زعفران کی خوشبو موجود تھی۔ عقیدت مندوں نے احتیاطاً میرے ہاتھ دھو کر پانی محفوظ کرلیا اور تبرکاً اس سے روزہ اِفطار کیا۔''

(ص ۱۰۰۔اَنفاس العارفین۔مؤلّفہ: شاہ ولی اللہ،محدّث دہلوی)

والد ماجد (شاہ عبدالرحیم، دہلوی) فرمایا کرتے تھے کہ ابتدا میں مَیں نے چاہا کہ دائمی روزہ اختیار کروں۔حضرت ختمی مرتبت عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام کی بارگاہ میں متوجہ ہوا۔تو بچشمِ حقیقت دیکھا کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے مجھے روٹی عطا فرمائی ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تعالیٰ عَنہ' نے خوش طبعی کے طور پر فرمایا: اَلْھَدَایَا مُشْتَرك ۔ہدیہ مشترک ہوتا ہے۔'' میں نے وہ روٹی ان کی خدمت میں پیش کردی۔انھوں نے ایک ٹکڑا لے لیا۔اسی وقت حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعالیٰ عَنہٗ نے فرمایا: اَلْھَدَایَا مُشْتَرك۔ میں نے پھر روٹی انھیں پیش کردی۔انھوں نے بھی ایک ٹکڑا لے لیا۔ پھر حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعالیٰ عَنہ' نے فرمایا: اَلْھَدَایَا مُشْتَرك۔ میں نے ان کی بارگاہ میں بھی روٹی پیش کردی۔انھوں نے بھی ایک ٹکڑا لے لیا۔

اسی دَوران حضرت عثمان رَضِی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنہ' نے فرمایا: اَلْھَدَایَا مُشْتَرك۔ میں نے عرض کی: اگر روٹی اسی طرح تقسیم ہوتی رہی تو اِس درویش کو کیا حصہ ملے گا؟ آپ نے اپنا ہاتھ روک لیا۔اس موقع پر میں بیدار ہوگیا۔ایک عرصہ تک میں غور وفکر کرتا رہا کہ حضرت ذُوالنُّورَین کی باری پر حرفِ عُذر کہنے میں کیا نکتہ پوشیدہ تھا؟ بِالآخر معلوم ہوا کہ مثالی صورتوں میں ایسے اُمور اور وقائع کی مثالوں سے رابطہ مُراد ہوتا ہے جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیق سے طریقۂ نقشبندیہ کا تعلق ہے۔حضرت عمر تک ہمارا شجرۂ نسب پہنچتا ہے۔اور حضرت علی کی ذاتِ گرامی کے ساتھ والدہ کی طرف سے ہمارے نسب اور اصل

کا تعلق ہے اور طریقۂ نقشبندیہ نیز دیگر سَلاسِلِ صوفیہ بھی انھیں کی ذاتِ گرامی تک پہنچتے ہیں۔ بعض واقعات میں آں جناب کی ذاتِ گرامی سے ہم نے فیوض بھی حاصل کیے ہیں۔ تو یہ معاملہ ان اصحابِ ثلٰثہ کی ذاتِ گرامی تک محدود رکھنا ضروری تھا۔ جب کہ حضرت عثمان ذُوالنُّورَین کے ساتھ ان وُجوہ واَسباب میں سے کوئی ایک بھی موجود نہیں ہے۔'' وَاللّٰہُ اَعْلَم۔

(ص۹۹،۱۰۰۔ اَنفاس العارفین۔ مؤلّفہ: شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی)

پیغمبرِ اسلام صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے موئے مبارک کا ایمان افروز واقعہ بیان کرتے ہوئے شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی تحریر فرماتے ہیں: والد ماجد (شاہ عبدالرحیم دہلوی) نے فرمایا کہ ایک بار مجھے بخار نے آلیا اور بیماری نے طول پکڑا۔ یہاں تک کہ میں، زندگی سے مایوس ہوگیا۔ اسی دَوران مجھ پر غنودگی طاری ہوئی تو میں نے دیکھا کہ حضرت شیخ عبدالعزیز (شکر بار دہلوی) سامنے موجود ہیں اور فرما رہے ہیں: بیٹے! حضرت پیغمبر صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم تیری بیمار پُرسی کو تشریف لا رہے ہیں۔ شاید تمھاری پائتیں کی طرف سے تشریف لائیں اس لئے چارپائی کو اس طرح رہنا چاہیے کہ حضور کی طرف تمھارے پاؤں نہ ہوں۔'' یہ سن کر مجھے کچھ اِفاقہ ہوا۔ کچھ قوتِ گویائی نہیں تھی حاضرین نے میرے اشارے پر چارپائی کا رُخ پھیر دیا۔ اسی وقت آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تشریف فرما ہوئے اور ارشاد فرمایا: میرے بیٹے! کیا حال ہے؟ میں (اس شانِ شفقت و رَحمتِ عیادت کو دیکھ کر) فرطِ طَرب سے رونے لگا۔ سرکار (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) نے مجھے اپنی آغوش میں لے لیا۔ میرا چہرہ آپ کے سینۂ مبارکہ سے لگا ہوا تھا۔ اور میرے اشکوں سے آپ کا پیراہنِ مبارک تَر ہوگیا۔ جب یہ کیفیت کم ہوئی تو مجھے خیال آیا کہ کاش! سرکار مجھے مُوئے مبارک عطا فرمادیں۔'' اس خیال پر مطّلع ہوکر آپ نے ریشِ مبارک پر ہاتھ پھیرا۔ اور مُوئے مبارک مجھے عطا فرمائے۔ میں نے بیدار ہوکر وہ مُوئے مبارک اپنے تکیہ کے نیچے پائے۔ بخار اُتر گیا تھا مگر کمزوری باقی تھی جو چند روز میں دور ہوگئی۔ والد ماجد شاہ عبدالرحیم نے ان میں سے ایک مُوئے مبارک مجھے عطا فرمادیا تھا۔ اور دوسرا شاہ اہلُ اللہ کو مرحمت فرمایا۔ اس سلسلے میں یہ کلمات بھی ارشاد فرمائے تھے کہ ان دونوں بالوں کے خواص میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپس میں گتھے رہتے ہیں۔ مگر جب درود پڑھا جائے تو جُدا جُدا کھڑے ہوجاتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ ایک مرتبہ تاثیرِ تبرکات کے مُنکروں میں سے تین آدمیوں نے امتحان لینا چاہا۔ میں اس بے ادبی پر راضی نہ ہوا۔ مگر جب مباحثے نے طول پکڑا تو کچھ عزیز ان مقدس بالوں کو سورج کے سامنے لے گئے۔ اسی وقت بادل کا ٹکڑا ظاہر ہوا۔ حالاں کہ سورج بہت گرم تھا اور بادلوں کا موسم بھی نہ تھا۔ یہ واقعہ دیکھ کر مُنکروں میں سے ایک نے توبہ کی اور دوسرے نے کہا: یہ اتفاقی امر ہے۔ عزیز دوسری مرتبہ لے گئے تو دوبارہ، بادل کا ٹکڑا ظاہر ہوا۔ اس پر دوسرے مُنکر نے بھی توبہ کرلی۔ مگر تیسرے مُنکر نے کہا: یہ تو اتفاقی بات تھی۔ یہ سُن کر تیسری بار موئے مقدس کو سورج کے سامنے لے گئے۔ سہ بارہ بادل کا ٹکڑا ظاہر ہوا۔ اس پر تیسرا مُنکر بھی توبہ کرنے والوں میں شامل ہوگیا۔ آپ (شاہ عبدالرحیم دہلوی) نے یہ بھی فرمایا۔ ایک روز یہ موئے مبارک زیارت کے لئے باہر لے آیا۔ بہت بڑا مجمع تھا۔ ہر چند صندوقِ تبرک کا تالا کھولنے کی کوشش کی گئی لیکن نہ کُھلا۔ اپنے دل کی طرف متوجہ ہوا تو معلوم ہوا کہ فلاں آدمی

ناپاک ہے۔ جس کی ناپاکی کی شامت کے سبب یہ نعمت میسر نہیں آرہی ہے۔ عیب پوشی کرتے ہوئے میں نے سب کو تجدید طہارت کا حکم دیا تو وہ ناپاک آدمی بھی مجمع سے چلا گیا اور اسی وقت بڑی آسانی سے تالا کُھل گیا اور ہم سب نے زیارت کی۔ حضرت والد ماجد (شاہ عبدالرحیم دہلوی) نے آخری عمر میں جب تبرکات تقسیم فرمائے تو ان دونوں بالوں میں سے ایک کاتبُ الحروف (ولی اللہ دہلوی) کو عنایت فرمایا جس پر پروردگارِ عالَم کا شکر ہے۔

(ص ۱۰۴،۱۰۵۔ انفاسُ العارفین۔ مؤلّفہ: شاہ ولی اللہ، محدِّث دہلوی۔ مکتبۃُ الفلاح، دیوبند۔ ضلع سہارن پور۔ اتر پردیش، انڈیا)

غوثِ اعظم سیدنا الشیخ عبدالقادر جیلانی رَضِیَ اللّٰہُ تعالیٰ عَنہ کے ایک جُبہ مبارکہ سے متعلق شاہ عبدالرحیم دہلوی کا بیان کردہ ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے شاہ ولی اللہ محدِّث دہلوی تحریر فرماتے ہیں:

والد ماجد (شاہ عبدالرحیم دہلوی) فرمایا کرتے تھے کہ ایک دن میرے دل میں ایک بات ڈالی گئی جس کا اِجمال یہ ہے کہ آج تجھے ایک نعمت ملے گی۔ میں سیر وتفریح کے خیال سے باہر نکل کر شہر کے بعض مقامات سے گذرا۔ تو دل نے گواہی دی کہ تیرا مطلوب یہیں ہے۔ میں نے لوگوں سے پوچھا کہ یہاں کوئی درویش یا فاضل ہے؟ جواب ملا کہ: ہاں! فلاں درویش یہاں رہتا ہے۔ میں اس کی زیارت کو پہنچا تو وہ کہنے لگا کہ حضرت غوثِ اعظم کا جُبّہ تبرکاً مجھ تک پہنچا ہے اور آج رات مجھے حکم دیا گیا ہے کہ آج کے دن جو شخص بھی سب سے پہلے میرے سامنے آئے میں یہ جُبّہ مبارکہ اسے دے دوں۔ میں نے جُبّہ اس درویش سے لے لیا اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

(ص ۹۸۔ اَنفاسُ العارفین۔ مؤلّفہ: شاہ ولی اللہ، محدِّث دہلوی)

اپنے جدِّ مادری (نانا) حضرت شیخ محمد پُھلتی کے تذکرہ میں ختمِ خواجگان کا ایک جگہ ذکر آیا ہے جو آپ کے اَجداد و اَسلاف کے معمولات میں شامل ہے۔ شاہ ولی اللہ محدِّث دہلوی تحریر فرماتے ہیں: ''کفّارِ مانکیان نے اپنا ایک جتّھہ بنا رکھا تھا جو اکثر اس علاقے کے شہروں کو لوٹا کرتا تھا۔ بستی والے بہت پریشان ہوئے اور آپ کے حضور دعا کے لئے درخواست کی۔ آپ نے فرمایا: اس سے پہلے تو جس چیز کی طرف چاہتا اپنی قوتِ تصرُّف کو متوجہ کر دیا کرتا تھا۔ اب تو ہمت و اِرادہ بھی باقی نہیں جو کسی چیز سے متعلق ہو۔ مگر حکمِ خداوندی کے تحت اس کے اَسمائے گرامی سے تمسُّک ضرور کرنا چاہیے۔''

یہ کہہ کر آپ ''ختمِ خواجگان'' میں مشغول ہو گئے اور فراغت کے بعد فرمانے لگے: دعا قبول ہو گئی ہے۔ حق سُبحٰنَہٗ وَتَعالیٰ نے اس قومِ کفّار کو ہماری طرف آنے سے روک دیا ہے۔'' چند ہی روز گذرے تھے کہ ویسا ہی ہوا۔

(ص ۳۷۰۔ اَنفاس العارفین۔ مؤلّفہ: شاہ ولی اللہ، محدِّث دہلوی)

حضرت خواجہ خورد فرزند و خلیفہ حضرت خواجہ محمد عبدالباقی باقی بِاللہ دہلوی اور اپنے والد ماجد شاہ عبدالرحیم دہلوی کی ایک ملاقات کے واقعہ سے نسبت و اِرادت کے ادب و احترام کا بخوبی اظہار ہوتا ہے جس کا ذکر شاہ ولی اللہ محدِّث دہلوی نے اس طرح کیا ہے:

والد ماجد (شاہ عبدالرحیم، دہلوی) نے فرمایا: ایک دن خواجہ خورد اپنے اَصحاب واَحباب میں بیٹھے ہوئے تھے۔ خود پلنگ پر تشریف فرما تھے اور باقی لوگ چٹائی پر بیٹھے تھے۔ اس موقع پر میں بھی خدمت میں جا پہنچا۔ آپ نے میری حد سے زیادہ تعظیم وتکریم فرمائی۔ خود پلنگ کے پائنتی کو ہو بیٹھے اور مجھے صدر نشین بنایا۔ ہر چند میں نے معذرت

چاہی مگر نہ مانے ۔اس معاملے میں اہلِ مجلس کے چہرے متغیَّر ہوگئے ۔ان کے فرزند خواجہ رحمت اللہ کھڑے ہوئے اورعرض کرنے لگے کہ مجلس میں ان سے بھی زیادہ مُعمَّر اور لائقِ تعظیم لوگ بیٹھے ہیں ۔ آخر ان میں کیا خصوصیت ہے جوآپ اس قدر اِنکساری سے پیش آرہے ہیں؟ حضرت خواجہ خورد نے فرمایا: میں یہ اس لئے کررہا ہوں کہ تم سلوک کا مشاہدہ کرسکواور میری طرح ان سے پیش آتے رہو۔ جب میں ان کے جَدِّ مادری حضرت شیخ رفیع الدین محمد کے دولت خانے پر حاضری دیتا تھا تو وہ میرے ساتھ اسی طرح سلوک فرماتے تھے۔حالاں کہ وہ میرے استاذ تھے اور میں نے ان سے فیوض حاصل کیے تھے۔جب شیخ رفیع الدین محمد ہمارے پیشوا خواجہ محمد باقی باِللہ قُدِّسَ سِرُّہٗ کی خدمت میں آتے تھے تو وہ بھی ان کے ساتھ قریب قریب یہی سلوک کرتے تھے۔اگرچہ شیخ رفیع الدین محمد حضرت خواجہ کے خُلَفا میں سے تھے۔

مگر چوں کہ ابتدائے سلوک میں حضرت شیخ قطبُ العالَم کی خدمت میں رہ کر کچھ کتابیں پڑھی تھیں اورفوائدِ علمی حاصل کیے تھے لہٰذا ہمیں بھی یہی سلوک رَوا رکھنا چاہیے۔''

(ص ۶۰۔انفاس العارفین۔مؤلّفہ: شاہ ولی اللہ محدِّث دہلوی)

غوثِ اعظم سیدنا الشیخ عبدالقادر جیلانی اور عطائے رسول حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری وخواجہ بہاءالدین نقشبند وَغیرھُم عَلَیْھِمُ الرَّحْمۃُ وَالرِّضوان سے شاہ عبدالرحیم ،دہلوی کی نسبت واِکتسابِ فیض کے تعلق سے شاہ ولی اللہ محدِّث دہلوی تحریر فرماتے ہیں: والد ماجد (شاہ عبدالرحیم دہلوی) نے فرمایا کہ ایک بار مجھے اولیاء اللہ کے سَلاسِل اس طرح مشاہدہ کرائے گئے کہ گویا ایک وسیع بازار ہے جس میں خوبصورت پُختہ دوکانیں ہیں اور ہر دوکان میں صاحبِ سلسلہ بزرگ اپنے اپنے خُلَفا اور معتقدین کے ساتھ فروکش ہیں۔ میں سب بزرگوں کی زیارت کرتا ہوا بازار سے گذرتا گیا۔ یہاں تک کہ حضرت غوثِ اعظم کی دوکان پر پہنچا اورآپ کی مجلسِ مبارک میں بیٹھ گیا۔ اس وقت اَلْاَعْیَانُ مَاشَمَّتْ رَائِحَۃَ الْوُجُود پر بحث ہورہی تھی۔ حاضرین میں سے ہر شخص اپنی فہم وفراست کے مطابق اس کے معانی بیان کررہا تھا۔ اپنی باری پر میں نے بھی اس کا مفہوم بیان کیا۔ حضرت غوثِ اعظم نے میری تشریح پرخوش ہوکر فرمایا:غرضِ آں بے چارہ ہمیں بود۔(اس بے چارے کی مُراد یہی تھی)اِس واقعہ کوایک عرصہ گذر گیا۔لیکن فارسی زبان میں ادا کیے ہوئے آپ کے کلمات ابھی تک میرے ذہن میں محفوظ ہیں۔اس کے بعد آپ اس مجلس سے اٹھے اور میرا ہاتھ پکڑ کر خلوت میں لے گئے اور فرمانے لگے کیا تمہارے دل میں میری طرف سے کوئی کھٹکا ہے؟ میں نے عرض کی: ہاں! تمام صاحبِ سلسلہ بزرگوں نے مجھے بِلا واسطہ اجازت وخلافت عطا فرمائی ہے سِوا آپ کے۔آپ نے فرمایا: میرے خُلفا سے تم نے اجازت حاصل کرلی ہے۔گویا بلا واسطہ مجھ سے کسبِ فیض کرلیا ہے کیوں کہ میرے خُلفا اور مَیں مَعْنیً ایک ہیں۔ میں نے عرض کی: یہ درست ہے لیکن بِلا واسطہ فیض میں ایک خاص لطف ولذت ہے ۔ اس پر ارشاد فرمایا: اچھا میں نے بھی تم کو اجازت دی۔ میرے طریقے پر لوگوں کو ارشاد وسلوک کی تعلیم دو۔ جب اَشغال کی نوبت آئی تو فرمایا:تم نے ابتدائی درمیانی اور انتہائی تینوں اَشغال کررکھے ہیں۔ مزید کی ضرورت نہیں۔'' پھر آپ نے میرے دل پر توجہ ڈالی اور خاص نسبت عنایت فرمائی۔اس کے بعد میں آگے روانہ ہوا اَور

سلاسل کی سَیر کرتا رہا۔اس دَوران میں نے بے شمار حقائق وعجائب دیکھے۔آخر میں عرش کے زیرِ سایہ پہنچا۔میں نے دیکھا کہ ایک سلسلہ عرش کے ساتھ معلّق ہے اور حضرت خواجہ نقشبند اس کو تھامے ہوئے حالتِ اِستغراق میں ہیں۔میں نے محسوس کیا کہ آپ کے اِستغراق کی وجہ یہ ہے کہ آپ کے خُلفا (زندہ ہوں یا مرحوم) میں مخلوق کی طرف، توجہ کی ریاضت ومشقت زیادہ ہے اور حضرت غوثِ اعظم رَحْمَةُ اللّٰہِ عَلَیْہِ کی نسبت کی وسعت ''لطیفۂ نفس'' میں روحانی تربیت اسی اعتبار سے ظہور پذیر ہوتی ہے۔اسی طرح قدیم صوفیۂ کرام کی نسبت ''لطیفۂ نفس'' میں زیادہ ہے۔اسی بنا پر قدیم صوفیۂ کرام کے یہاں سخت مشکل ریاضتیں پیش آتی ہیں۔فَتَدَبَّرْ۔

(ص ۱۰۸۔انفاس العارفین۔مؤلّفہ:شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی)

''والد ماجد(شاہ عبدالرحیم دہلوی) نے فرمایا:

ایک بار مَیں حضرت خواجہ قطب الدین (بختیار کاکی دہلوی) کے مزارِ مبارک کی زیارت کے لئے گیا۔یکایک میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ میری گنہ گار آنکھیں اور وجود اس قابل نہیں کہ اس مقدس بارگاہ میں حاضری دیں۔اس خیال کے آتے ہی مزارِ مبارک سے متصل چبوترے پر رُک گیا۔اسی دَوران آپ کی روحانیت جلوہ گر ہوئی اور مجھے حکم دیا کہ:آگے آؤ۔میں دو تین قدم آگے بڑھا اسی اثنا میں مَیں نے دیکھا کہ آسمان سے چار فرشتے ایک تخت اٹھائے ہوئے آپ کی قبرِ مبارک کے قریب اُترے۔معلوم ہوا کہ اس تخت پر حضرت خواجہ نقشبند ہیں۔قِرَانُ السَّعْدَین ہوا۔دونوں شیوخ نے خلوت میں راز و نیاز کی باتیں کیں۔اس کے بعد حسبِ سابق فرشتے تخت اٹھا کر روانہ ہوگئے اور حضرت خواجہ قطب الدین میری طرف متوجہ ہوکر فرمانے لگے کہ نزدیک آؤ۔میں دو تین قدم اور آگے بڑھا۔آپ بار بار نزدیک آنے کے متعلق فرماتے رہے اور میں آہستہ آہستہ قریب ہوتا گیا۔یہاں تک کہ آپ کے بہت قریب آگیا۔اِلیٰ آخِرِہٖ۔

(ص ۱۰۹۔۱۱۰۔اَنفاسُ العارفین۔مؤلّفہ:شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی)

اہتمام و مداومتِ صلوٰۃ کا ایک روحانی واقعہ نہایت حیرت انگیز اور باعثِ ترغیب وتشویقِ صلوٰۃ ہے کہ والد ماجد (شاہ عبدالرحیم دہلوی) نے فرمایا:ایک مرتبہ میں نے شیخ نصیرالدین چراغ دہلی کو خواب میں دیکھا کہ وضو فرمارہے ہیں اور نماز کی تیاری کررہے ہیں۔میں نے پوچھا کہ یہ تو عالَمِ (آخرت) تکلیف (عمل) نہیں ہے۔یہاں پر وضو اور نماز کی کیا حکمت ہے؟آپ نے ارشاد فرمایا: چوں کہ دنیا میں اکثر وقت ان اُمور کی انجام دہی میں گذرا ہے۔اس لئے ان میں لذت محسوس ہوتی ہے۔یہاں پر ان کی ادائیگی کسی فریضے کے طور پر نہیں بلکہ لطف ولذت کی خاطر ہے۔نماز کے بعد اَرواحِ اَولیا جمع ہوئیں اور ان کے درمیان گفتگو شروع ہوگئی۔ حضرت شیخ نصیرالدین چراغ دہلی نے ارشاد فرمایا کہ تم بھی ہماری محفل میں شامل ہو جاؤ۔میں نے اس مقدس مجلس میں جانے سے گریز کیا۔اس پر آپ نے فرمایا:ہماری مجلس عام مجالس کی طرح نہیں ہے۔چنانچہ میں حاضر ہوگیا اور اس مجلس میں وَجد بھی دیکھا گیا۔(ص ۱۱۱۔اَنفاسُ العارفین۔مؤلّفہ:شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی)

شاہ عبدالرحیم دہلوی کے ایامِ تعلیم کا ایک عجیب وغریب واقعہ شیخ سعدؔی شیرازی (مؤلّفِ گلستاں و بوستاں) سے متعلق ہے۔جس کا ذکر کرتے ہوئے شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی تحریر فرماتے ہیں:

''والد ماجد (شاہ عبدالرحیم دہلوی) نے فرمایا:اکبرآباد میں مرزا زاہد

ہَروِی سے تعلیم کے دَوران ایک دفعہ درس سے واپسی پر ایک لمبے کوچے سے گذر رہوا۔اس وقت میں خوب ذوق میں سعدؔی شیرازی کے یہ اشعار گنگنا رہا تھا:

جُز یادِ دوست ہرچہ کُنی عمر ضائع است
جُز سِرِّ عشق ہرچہ بخوانی بَطالَت است
سعدؔی بشوے لوحِ دل از نقشِ غیرِ حق
عِلمے کہ رَہ بحق ننماید جہالت است

اتفاق کی بات کہ چوتھا مصرع میرے ذہن سے اُتر گیا تھا۔ہر چند ذہن پر زور دیا لیکن یاد نہ آیا۔اس تار کے ٹوٹنے سے میرے دل میں سخت اضطراب اور بے ذوقی کی کیفیت پیدا ہوئی کہ اچانک ایک فقیر منش، ملیح چہرہ، دراز زُلف، پیر مَرد، نمودار ہوا اور اس نے مجھے لقمہ دیا۔ع

عِلمے کہ رَہ بحق ننماید جہالت است

میں نے کہا: جَـزَاكَ اللّٰـهُ خَيرَالْجزَاءِ۔آپ نے مجھے کتنی پریشانی سے نجات دلائی ہے اور میں نے ان کی خدمت میں پان پیش کیا۔انھوں نے مسکراتے ہوئے فرمایا: یہ بھولا ہوا مصرع یاد دلانے کی مزدوری ہے؟ میں نے عرض کیا کہ نہیں۔یہ تو بطور ہدیہ اور شکریہ پیش کر رہا ہوں۔اس پر انھوں نے فرمایا: میں پان نہیں استعمال کرتا۔میں نے عرض کیا: پان کے استعمال میں کوئی شرعی پابندی ہے یا طریقت کی رکاوٹ؟ اگر ایسی کوئی بات ہے تو مجھے بتایئے تا کہ میں بھی اس سے اِحتراز کروں۔انھوں نے فرمایا: ایسی کوئی بات نہیں البتہ میں پان نہیں کھایا کرتا۔پھر فرمایا: مجھے جلدی جانا چاہیے۔میں نے کہا: میں بھی جلدی چلوں گا۔انھوں نے فرمایا: میں جلد تر جانا چاہتا ہوں۔یہ کہہ کر انھوں نے قدم اٹھایا اور کوچے کے آخر میں رکھا۔میں نے جان لیا کہ یہ کسی اہلُ اللہ کی روحِ مبارکہ ہے جو انسانی شکل میں جلوہ گر ہے۔میں نے آواز دی کہ: اپنا نام تو بتاتے جایئے تا کہ فاتحہ پڑھ لیا کروں۔فرمایا: فقیر کو سعدؔی کہتے ہیں۔''

(ص ۱۱۱۔۱۱۲۔اَنفاسُ العارفین۔مؤلّفہ: شاہ ولی اللہ،محدّث دہلوی)

مندرجہ ذیل واقعہ بھی جہاں حیرت انگیز ہے وہیں باعثِ ہدایت بھی ہے۔

''والد ماجد (شاہ عبدالرحیم دہلوی) نے فرمایا: ایک دفعہ رات کے وقت سَیر کرتا ہوا میں ایک بہت خوب صورت مقبرہ میں پہنچا۔تھوڑی دیر وہاں میں ٹھہرا رہا۔اسی اثنا میں میرے دل میں خیال آیا کہ اس جگہ اِس وقت میرے علاوہ کوئی بھی شخص ذکرِ الٰہی میں مصروف نہیں ہے۔'' اس خیال کے آتے ہی ایک کوزہ پشت معمر شخص ظاہر ہوا اور اس نے پنجابی زبان میں گانا شروع کیا۔اس کے گیت کا مفہوم یہ تھا:

''دوست کے دیدار کی آرزو مجھ پر غالب آگئی ہے۔''

میں اس کے نغمے سے متأثر ہو کر اس کی طرف بڑھا۔میں جوں جوں اس کے نزدیک ہو رہا تھا وہ اسی قدر مجھ سے دور ہوتا جا رہا تھا۔پھر اس نے کہا: تمھارا خیال یہ ہے کہ اس مقام پر تمھارے علاوہ کوئی ذاکر نہیں ہے۔میں نے جواب دیا: میرا یہ خیال زندوں کے بارے میں تھا۔اس پر اس نے کہا: اس وقت تو تم نے مطلق تصور کیا تھا۔اب تخصیص کر رہے ہو۔اس کے بعد وہ غائب ہو گیا۔

(ص ۱۱۳۔اَنفاسُ العارفین۔مؤلّفہ: شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی)

اپنے جدِّ مادری (نانا) شیخ محمد پھُلَتی کے تذکرہ میں شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی لکھتے ہیں:

''حضرت شیخ محمد جب اِس دنیا سے رخصت ہوئے تو حضرت والدِ بزرگوار (شاہ عبدالرحیم، دہلوی) نے ان کے مزار پر بیٹھ کر حاضرین کو ذِکر بالجَہر کا حکم دیا۔ اس مجلسِ ذکر کے بعد آپ نے فرمایا کہ حضرت شیخ محمد کی روح نے میرے سامنے ظاہر ہو کر کہا: میں چاہتا ہوں کہ اپنے جسم سمیت آپ کے پاس آؤں۔ کیوں کہ خدا نے مجھے یہ طاقت، عطا کر رکھی ہے۔ مگر یہ بات مصلحت کے خلاف تھی۔

(ص ۳۶۵۔ اَنفاسُ العارفین۔ مؤلّفہ: شاہ ولی اللہ، محدّث دہلوی)

والد ماجد (شاہ عبدالرحیم دہلوی) نے فرمایا: شیخ بایزید اللہ نے حَرمین کی زیارت کا قصد کیا۔ آپ کی معیت میں بہت سے ضعیفُ العمر بچے اور عورتیں بھی تیار ہوگئیں۔ حالاں کہ زادِ راہ کا کوئی انتظام نہ تھا۔ برادرِ گرامی اور میں نے متفقہ طور پر ارادہ کیا کہ انھیں واپس لایا جائے۔ جب ہم تغلق آباد (دہلی) پہنچے تو دن بہت گرم ہو چکا تھا۔ ہم لوگ ایک سایہ دار درخت کے نیچے آرام کی غرض سے بیٹھ گئے۔ اس دوران تمام اَحباب سو گئے۔ اور میں اکیلا ان کے سامان کی حفاظت کے لئے جاگتا رہا۔ اپنے آپ کو بیدار رکھنے کے لئے میں نے قرآن مجید کی تلاوت شروع کر دی۔ چند سورتیں تلاوت کر کے میں خاموش ہو گیا۔ اچانک قریبی قبور میں سے ایک صاحبِ قبر مجھ سے مخاطِب ہوا کہ قرآنِ مجید کے حیات بخش نغمات سننے کے لئے مدت سے ترس رہا ہوں۔ اگر کچھ وقت تلاوت کریں تو احسان مند ہوں گا۔ میں کچھ اور تلاوت کر کے پھر خاموش ہو گیا۔ صاحبِ قبر نے مزید اِستدعا کی۔ میں نے پھر پڑھا۔ میرے چپ ہونے پر اس نے تیسری مرتبہ درخواست کی۔ میں نے اس دفعہ بھی چند آیاتِ قرآن کی تلاوت کی۔ اِلیٰ آخِرِہٖ۔

(ص ۱۱۴۔ اَنفاسُ العارفین۔ مؤلّفہ: شاہ ولی اللہ، محدّث دہلوی)

والد ماجد (شاہ عبدالرحیم دہلوی) نے فرمایا:

میرے والد وجیہ الدین شہید اپنی شہادت کے بعد کبھی کبھی ظاہری شکل و صورت میں مجسم ہو کر میرے پاس تشریف لایا کرتے تھے اور حال و مستقبل کی خبریں سنایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ مخدومی برادرِ گرامی کی دختر ''کریمہ'' بیمار ہو گئی۔ اس کی بیماری نے طول پکڑا۔ انھیں ایام میں تنِ تنہا میں اپنے حُجرے میں سو رہا تھا کہ اچانک والد شہید تشریف لائے اور فرمانے لگے: میں چاہتا ہوں کہ ''کریمہ'' کو ایک نظر دیکھ لوں۔ لیکن اس وقت گھر میں بہت سی مَستورات آئی ہوئی ہیں۔ ان کی موجودگی میں وہاں جانا طبیعت پر گراں گذر رہا ہے۔ تم ان مَستورات کو ایک طرف کر دو تا کہ میں ''کریمہ'' کو دیکھ لوں۔ چوں کہ اس وقت ان مَستورات کو وہاں سے اٹھانا خلافِ مصلحت تھا۔ اس لئے میں نے ان کے اور ''کریمہ'' کے درمیان پردہ لٹکا دیا۔ اس کے بعد وہ اس طرح ظاہر ہوئے کہ ''کریمہ'' اور میرے علاوہ انھیں اور کوئی نہیں دیکھ رہا تھا۔ ''کریمہ'' نے انھیں پہچان لیا اور کہا: عجیب بات ہے لوگ تو اِن کو شہید کہتے ہیں حالاں کہ یہ زندہ ہیں۔ فرمانے لگے: بیٹی! اس بات کو چھوڑو۔ تم نے بیماری میں کافی تکلیف برداشت کی ہے۔ اِنْ شَاءَ اللّٰہُ کل صبح کی اذان کے وقت تمھیں مکمل نجات مل جائے گی۔ یہ بات فرما کر اٹھے اور دروازے کے راستے سے باہر نکلے میں بھی ان کے پیچھے روانہ ہوا۔ فرمایا: تم ٹھہرو اور پھر غائب ہو گئے۔ دوسرے روز فجر کے وقت ''کریمہ'' کی روح پرواز کر گئی اور اس نے ہر قسم کی تکلیف سے نجات حاصل کر لی۔

(ص ۱۱۶۔ اَنفاسُ العارفین۔ مؤلّفہ: شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی)

میرے والد ماجد شاہ عبدالرحیم دہلوی فرمایا کرتے تھے کہ مجھے آغازِ کار میں شیخ رفیع الدین محمد کے مزارِ مبارک کے ساتھ موانست ورغبت پیدا ہوگئی تھی۔ چنانچہ میں وہاں جاکر ان کے مزار کو مرکزِ توجہ بنایا کرتا تھا۔ اکثر و بیشتر غیبت کا ایسا حال طاری ہوتا کہ مجھے سردی وگرمی کے احساس سے بھی بے نیاز کردیتا تھا۔

(ص۳۶۔اَنفاسُ العارفین۔مؤلّفہ: شاہ ولی اللہ،محدِّث دہلوی)

حضرت والد ماجد (شاہ عبدالرحیم دہلوی) نے فرمایا کہ میں اندازاً بارہ تیرہ برس کا تھا کہ حضرت زکریا عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلوٰۃُ وَالسَّلام کو مجسم سامنے دیکھا۔انھوں نے ذکرِ اسمِ ذات (اللہ) کی تلقین فرمائی۔قوتِ نبوت کے سبب ان کی اس تلقین نے اس قدر تاثیر دکھائی کہ اس عمر میں تحصیلِ علم کی مشغولیت اور قلّتِ توجہ کے باوجود برکاتِ ذکر اس انداز میں ظہور پذیر ہوئیں کہ کامل اور قویُّ الطلب طالبانِ حق سے دیکھنے میں نہیں آئیں۔

(ص۳۸۔اَنفاسُ العارفین۔مؤلّفہ: شاہ ولی اللہ،محدِّث دہلوی)

بزرگوں کے یومِ وصال کے موقع پر منعقد ہونے والی تقریباتِ عرس کے سلسلے میں شاہ ولی اللہ محدِّث دہلوی تحریر فرماتے ہیں:

حضرت والد ماجد (شاہ عبدالرحیم دہلوی) فرمایا کرتے تھے کہ میں نے خواجہ بیرنگ کے ایک ایسے خلیفہ کو دیکھا جو ضعیف العمری کے باوجود تابناک چہرے والے اور انتہائی جلیل القدر بزرگ تھے۔آپ شیخی کے نام سے مشہور تھے۔تقریبِ عرس مناتے تھے۔چھ سات سال کی عمر میں کئی دفعہ ان کے عرس میں شامل ہوا۔

راقم الحروف (ولی اللہ دہلوی) کہتا ہے کہ اس جلیل القدر مردِ بزرگ کا نام شیخ نعمت اللہ تھا اور وہ شیخ الاسلام خواجہ عبداللہ انصاری کی اولاد میں سے تھے مگر عُرفِ عام میں وہ شیخی کے نام سے مشہور تھے۔جب شیخ نعمت اللہ خواجہ بیرنگ کے پاس پہنچے تو انھوں نے ان پر بے حد لطف وکرم فرمایا۔حضرت شیخی نے ۱۰۶۷ھ میں رحلت فرمائی۔

(ص۸۳۔اَنفاسُ العارفین۔مؤلّفہ: شاہ ولی اللہ،محدِّث دہلوی)

حضرت خواجہ خورد (فرزند وخلیفہ حضرت خواجہ محمد عبدالباقی باقی باللہ دہلوی) کبھی کبھی حضرت خواجہ محمد باقی باللہ کا عرس بھی کیا کرتے تھے۔ ہم نے بارہا دیکھا کہ کوئی شخص ان کے سامنے آکر کہتا کہ حضرت! چاول میرے ذمے۔دوسرا آکر کہہ رہا ہے کہ حضور! گوشت میرے ذمے۔ایک اور حاضر ہوکر کہہ رہا ہے کہ فلاں قوال میں لارہا ہوں۔ اسی طرح دوسرے انتظامات بھی ہوجاتے۔حضرت خواجہ خورد، اس دَوران کوئی تکلف نہیں برتتے تھے۔

(ص۶۵۔اَنفاسُ العارفین۔مؤلّفہ: شاہ ولی اللہ محدِّث دہلوی اردو ترجمہ از سید محمد فاروق القادری مکتبۃ الفلاح دیوبند ضلع سہارن پور یوپی۔انڈیا)

کتب ورسائلِ ولی اللّٰہی بِالخصوص اَنفاسُ العارفین کے ورق ورق سے یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ شاہ ولی اللہ محدِّث دہلوی،آپ کے آبا واَجداد آپ کے اسلاف واکابرِ ہندیہ سب کے سب سنّی حنفی صوفی تھے۔اسی طرح آپ کے سبھی اساتذہ و شیوخِ حرمین طیبین بھی سنی صوفی تھے۔اس کے ساتھ ہی یہ حقیقت بھی عالَم آشکار ہے کہ شاہ ولی اللہ محدِّث دہلوی کے فرزند وتلمیذ وجانشین شاہ عبدالعزیز محدِّث دہلوی اور آپ کے خلیفۂ اعظم شاہ محمد عاشق پُھلَتی (مؤلّفِ اَلْقَولُ الْجَلِی فِی ذِکرِ آثارِ الْوِلی) بھی نہ صرف یہ کہ سنّی حنفی تھے بلکہ ان کے عظیم پیشوا اور سرخیل وقافلہ سالار بھی تھے۔فَالْحَمْدُللہ عَلٰی ذَالِکَ۔

پُرسکون نیند۔اللہ کی نعمت ورحمت

از: حافظ محمد ہاشم قادری مصباحی جمشید پور

اللہ رب العزت ساری کائنات کا پیدا فرمانے والا ہے اس نے اپنی تمام مخلوق کو اُن کی ضرورتوں کے اعتبار سے نعمتیں عطا فرمائی ہیں۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَآتَاكُم مِّن كُلِّ مَا سَأَلْتُمُوهُ وَإِن تَعُدُّواْ نِعْمَةَ اللّهِ لاَ تُحْصُوهَا. إِنَّ الإِنسَانَ لَظَلُومٌ كَفَّارٌ۔

ترجمہ: اوراس نے تمہیں ہروہ چیز عطا فرمادی جوتم نے اس سے مانگی اوراگرتم اللہ کی نعمتوں کوشمار کرنا چاہو(تو) پورا شمار نہ کرسکو گے بیشک انسان بڑا ہی ظالم بڑا ہی ناشکر گزار ہے۔

(القرآن،سورہ ابراھیم:14 آیت 34)

اللہ کی دی ہوئی بے شمار نعمتوں میں ''نیند'' بھی اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے۔یقیناً ''نیند'' اللہ کے فضل ورحمت کی کھلی نشانیوں میں ہے۔صحت مند زندگی گزارنے کے لیے اچھی خوراک کے ساتھ ساتھ مناسب مقدار میں نیند بھی ضروری ہے۔نیند پوری ہونے سے انسان تازہ دم ہوجاتا ہے اگر نیند پوری نہیں ہوتی تو نہ دماغ صحیح کام کرتا ہے اورنہ ہی جسم۔قرآن میں ہے:

وَجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتاً ۔

ترجمہ: اورہم نے تمہاری نیندکو(جسمانی) راحت (کا سبب) بنایا(ہے)۔

انسان کو جب نعمتیں ملتی ہیں تواس کی بے قدری کرنے لگتا ہے جیسے آج کل دیر سے سونا اورصبح دیر سے اُٹھنا عام بات ہوگئی ہے۔انسان کو کھانے پینے کے ساتھ ساتھ بہت سی چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے،انہیں ضروری چیزوں میں "نیند" بھی بہت ضروری ہے۔رب تعالیٰ نے قرآن مجید میں "نیند" کی اہمیت کو بتایا ہے۔جس کا ترجمہ یہ ہے:

ترجمہ: اوروہی ہے جس نے تمہارے لئے رات کو پوشاک (کی طرح ڈھانک لینے والا) بنایا اورنیندکو (تمہارے لئے) آرام (کا باعث) بنایا اور دن کو (کام کاج کے لئے) اٹھ کھڑے ہونے کا وقت بنایا۔

آج "نیند" کی اہمیت کا ذرا بھی احساس نہیں،ہم بے دردی سے اس کی بے قدری کررہے ہیں،"نیند" اللہ کے فضل و رحمت ونعمت میں سے ہے جو اُس نے اپنی مخلوق کوعطا فرمائی ہے۔نصیحت حاصل کرنے والوں کے لیے بڑی نصیحت ہے۔نیند انسان کی دن بھر کی تھکن اور ذہنی پریشانی وکوفت (کبیدگی خاطر، رنجیدگی) کوراحت میں بدل دیتی ہے۔اللہ اللہ اِس راحت بھرے احساس کو کون نہیں جانتا کون نہیں چاہتا۔ایک مسافر "نیند" کے باعث سفر کی تھکاوٹ سے سکون پاتا ہے اور مریض کوسونے سے چین ملتا ہے وغیرہ وغیرہ۔

دن لہو میں کھونا تجھے، شب صبح تک سونا تجھے: آج نوجوان نسل کے ساتھ بچے، بوڑھے بھی رات دیر سے سونے کے عادی ہوگئے ہیں۔دیررات تک گھروں میں موبائل،ٹی وی میں لگے رہتے ہیں۔نوجوان نسل کلبوں،محلّہ کی چنڈال چوکڑی کی بیٹھک میں موج ومستی میں مگن رہتی ہے اور جورات سونے کے لیے رب تعالیٰ

نے عظیم نعمت کے طور پر عطا کی ہے اُس کی قدر نہیں۔" نیند" بھر سونے سے بندہ اپنی تھکان اور ذہنی پریشانیوں سے نجات پاتا ہے اور پھر دوبارہ چاک وچوبند ہو جاتا ہے۔قرآن مجید اور احادیث پاک میں جابجا اس کا ذکر موجود ہے۔کم نصیبی سے آج کل ہمارے معاشرے میں رات جیسی قیمتی نعمت کی بے قدری عام بات ہے۔ رات دیر تک جاگنے اور پھر دوپہر تک سونے کا معمول عام ہو گیا ہے۔ جو کہ بے شمار نقصانات کا باعث ہے،شرعی لحاظ سے بھی نقصان دہ ہے اور زندگی کے ہر شعبے پر اس کا بُرا اثر ہو رہا ہے۔طبی لحاظ سے اس کے بہت نقصانات ہیں۔لمبی فہرست ہے۔اگر آپ صحت مند زندگی گزارنے کی خواہش رکھتے ہیں تو رات کی قیمت کو ملحوظِ خاطر رکھیں۔ رات کو تمام کام سے جلد فارغ ہو جائیں دینی مشاغل نماز وغیرہ سے فارغ ہو کر جلد سو جایئے کہ رات کا آرام دن کے آرام کے مقابلے میں سیکڑوں گُنا بہتر اور صحت بخش ہے اور عینِ فطرت nature بھی ہے۔

وَمِن رَّحۡمَتِهِ جَعَلَ لَكُمُ اللَّيۡلَ وَالنَّهَارَ لِتَسۡكُنُوا فِيهِ وَلِتَبۡتَغُوا مِن فَضۡلِهِ وَلَعَلَّكُمۡ تَشۡكُرُونَ ۔

ترجمہ: اور اس نے اپنی رحمت سے تمہارے لئے رات اور دن کو بنایا تا کہ تم رات میں آرام کرو اور (دن میں) اس کا فضل (روزی) تلاش کر سکو اور تا کہ تم شکر گزار بنو۔(القرآن سورہ القصص:۲۸ آیت ۷۳)

وَمِن رَّحۡمَتِهِ جَعَلَ لَكُمُ اللَّيۡلَ وَالنَّهَارَ : (اور اس نے اپنی رحمت سے تمہارے لیے رات اور دن بنائے) ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے تمہارے لیے رات اور دن بنائے تا کہ تم رات میں آرام کرو، اپنے بدنوں کو راحت پہنچاؤ اور دن بھر کی محنت ومشقت سے ہونے والی تھکن دور کرو اور دن میں روزی تلاش کرو جو اللہ تعالیٰ کا فضل عظیم ہے۔

دیر تک سونے کی نحوستیں: نظامِ قدرت کے خلاف کوئی عمل اور حکمِ خدا کی پامالی پر کوئی فلاح (سرفرازی، سُرخروئی بھلائی، بہتری) نہیں پا سکتا۔ دیر تک سونے کی نحوستیں اُسے گھیر لیتی ہیں۔ چہرے کا نور ختم ہو جاتا ہے۔رزق میں کمی واقع ہو جاتی ہے۔ برکتیں چھین لی جاتی ہیں۔پھر مولانا صاحب، امام صاحب کو مسجدوں میں دعاؤں کی درخواست کی پرچیاں دینے اور تعویذ گنڈے کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ جو عمل خود کرنا ہے وہ کرتے نہیں اُس کی بھرپائی کے لیے دوسری جانب دوڑتے ہیں اسی لیے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضلِ بریلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

دن لہو میں کھونا تجھے، شب صبح تک سونا تجھے
شرمِ نبی خوفِ خدا، یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

دیر تک سونے کی نحوست یہ بھی کہ سونے والے کو نیند سے جو راحت وسکون ملتا ہے وہ اُسے نصیب نہیں ہوتا۔ پورے دن سستی "نیند" کا خمار، کاہلی کا خمار اُس پر چڑھا رہتا ہے اور اس کی وجہ سے ہر کام متاثر ہوتا ہے خواہ اسے سفر پر جانا ہو، اسکول جانا ہو یا آفس جانا ہو سب کام متاثر ہوتا ہے اور جو اس کا عادی ہو جائے تو آپ سمجھ سکتے ہیں کی کاہلی سستی والا شخص زندگی کے میدان میں کتنا کامیاب ہوگا۔

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

يُسَبِّحُونَ اللَّيۡلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفۡتُرُونَ ۔

ترجمہ: وہ رات دن (اس کی) تسبیح کرتے رہتے ہیں اور معمولی سی بھی سستی نہیں کرتے۔(القرآن، سورہ، الانبیا: 21 آیت 20)

یعنی فرشتے ہر وقت اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور پاکی بیان کرتے رہتے ہیں اور اس میں وہ کسی طرح کی سستی نہیں کرتے ہیں۔

(تفسیر خازن: ص273 ج:3)

انسانوں کے علاوہ تمام مخلوق اس کے بنائے ہوئے نظام پر چل رہے ہیں۔سوا انسان کے جو اُس کی نافرمانی اور نظام قدرت کے خلاف چلتا ہے اور ڈِھٹائی بھی کرتا ہے۔استغفر!اللہ استغفراللہ!اللہ خیر فرمائے۔معاف فرمائے آمین۔

آرام پسندی زہرِ ہلاہل: کاہلی اور آرام پسندی مسلمانوں میں سرایت کرگئی ہے،اس کی بہت سی صورتیں ہیں کیا کیا لکھی جائیں؟ کاہلی انسان کو بہت نقصان پہنچاتی ہے،سب سے بڑی بات یہ ہے کہ کاہل انسان وقت کی قدرو قیمت نہیں سمجھتا، وقت کو برباد کرتا ہے،اب کرلیں گے تب کرلیں گے۔ وغیرہ وغیرہ کاہل شخص دل ودماغ کا کمزور ہوتا ہے،کم ہمت ہوتا ہے،جس کی وجہ سے کوئی کام وقت پرنہیں کرتا، جو کام وقت پرنہیں ہوگا اُس کام میں ضرور کوئی کمی رہ جاتی ہے۔ دنیا میں سب سے قیمتی چیز وقت time ہے اور جس نے وقت کی قدرنہیں کی اس نے اپنی زندگی کی قدرنہیں کی۔مشہور قول ہے کہ ''گیا وقت پھر واپس نہیں آتا'' لیکن یہ بات کاہل انسان کو سمجھ میں نہیں آتی۔ہمیں چاہیے کہ دیر تک سوکر اپنے قیمتی وقت کو برباد نہ کریں۔کسی نہ کسی بات کی فکر اور کام کی کوشش میں رہنا ضروری ہے۔اپنی قوم کی بہتری کے لیے کچھ نہ کچھ کرتے رہنا چاہیے۔

بیکار مباش کچھ کیا کر
گر کر نہ سکے تو کچھ کہا کر
ٹلنا تھا میرے پاس سے اے کاہلی
کمبخت تو تو آکے یہیں ڈھیر ہو گئی

اللہ ہمیں نیند کی قدرو قیمت سمجھنے، دیر تک سونے کے نقصانات کو سمجھ کر اس سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔

نعت شریف

از۔شہیر رضوی کھیروی

گروہ اولیا و اتقیاو اصفیا میں ہے
محمد مصطفیٰ ممتاز سارے انبیا میں ہے
جہاں والوں کا نظم ونسق تو بے چین رکھتا ہے
سکون زندگانی بس نظام مصطفیٰ میں ہے
نظام مصطفیٰ دنیا میں قائم ہو دعائیں کر
تو مسلم ہے بڑی تاثیر تیری ہر دعا میں ہے
حضور رب تعالیٰ سرور کونین کے صدقے
شرف مقبولیت کا عاجزانہ التجا میں ہے
نبی کا واسطہ یارب رہا ہو مسجد اقصیٰ
مسلّم ہے کمی کوئی نہیں تیری عطا میں ہے
رسول ہاشمی ہر بات سن لیتے ہیں خود ورنہ
کہاں طیبہ کہاں بھارت کہاں طاقت صدا میں ہے
یقیناً کامیابی سرخ روئی دل بچھا دے گی
اگر خوف خدا عشق نبی بانگ درا میں ہے
شہیر کھیروی سن لو وہ سچے ہیں جو کہتے ہیں
جمال رب تعالیٰ ہی جناب مصطفیٰ میں ہے



قسط اول

آزاد بھارت کی سیاسی تاریخ

از۔مولانا طارق انور مصباحی

آزادیِ ہند اور آس پاس کے مناظر

15:اگست 1947 کو برطانوی حکومت (British Government) نے بھارت کو ایک آزاد جمہوری ملک تسلیم کیا اور ملک کی آزاد عبوری حکومت ،انڈین نیشنل کانگریس (Indian National Congress) کے سپرد کیا۔اسی طرح پاکستان مسلم لیگ(Muslim League) کے حوالے کر دیا۔

14: اگست 1947 کو متحدہ بھارت کے آخری برطانوی وائسرائے (Viceroy) لوئس ماؤنٹ بیٹن (Louis Mountbatten) نے دہلی سے کراچی جا کر پاکستان کی تشکیل کی ۔14:اگست 1947 کو گیارہ بج کر ستاون منٹ(11:57 AM) پر پاکستان کے ایک آزاد ملک ہونے کا اعلان ماؤنٹ بیٹن نے کر دیا، پھر دہلی واپس آ کر رات کو جدید بھارت کی تشکیل کی۔

ماؤنٹ بیٹن نے رات کو بارہ بج کر دو منٹ (12: 2 PM) پر بھارت کے ایک آزاد ملک ہونے کا اعلان کیا۔ بھارتیوں نے ماؤنٹ بیٹن کو اپنا پہلا گورنر جنرل (Governor General) تسلیم کیا، جو صدر جمہوریہ کے قائم مقام عہدہ ہے۔ پاکستان نے اپنا پہلا گورنر جنرل قائد پاکستان مسٹر محمد علی جناح (1876-1948) کو بنایا۔

مسٹر ماؤنٹ بیٹن کی ولادت 25:جون 1900 کو انگلینڈ میں ہوئی۔ 27:اگست 1979 کو آئرلینڈ میں موت ہوئی۔حکومت انگلینڈ نے 12:فروری 1947 کو اسے انڈیا کا وائسرائے مقرر کیا تاکہ بھارت کی حکومت اہل ہند کو بہتر طریقہ پر سپرد کی جا سکے۔

آزادیِ ہند کے بعد بھارت کی عبوری حکومت نے اسے انڈین فیڈریشن کا پہلا گورنر جنرل بنایا۔ مدت حکومت 21:فروری 1947 تا15:اگست 1947 ہے اور گورنری کی مدت15:اگست 1947 تا 21:جون 1948 ہے ۔ ماؤنٹ بیٹن کو انگلینڈ بلایا گیا تو اس کے انتخاب کے مطابق چکرورتی راج گوپال آچاری (Chakarvarti Rajgopal Achari) (1878-1972) کو بھارت کا گورنر جنرل مقرر کیا گیا۔آچاری کو21:جون 1948 سے26:جنوری 1950 تک اسی عہدہ پر برقرار رکھا گیا، پھر دستور ہند کے نفاذ کے دن26:جنوری 1950 کو ڈاکٹر راجندر پرساد (1884- 1963) کو پہلا بھارتی صدر جمہوریہ بنایا گیا۔

کانگریس پارٹی نے15:اگست 1947 کو عبوری مرکزی حکومت(Interim Central Government)سنبھالی سال 1952 میں پہلا لوک سبھا الیکشن ہوا۔کانگریس پارٹی لگاتار پانچ لوک سبھا انتخابات میں فتح یاب ہوتی رہی۔اس طرح 15:

اگست 1947 سے 24:مارچ 1977 تک یعنی تیس سال تک مرکز میں کانگریس کی حکومت رہی۔اسی درمیان اندرا گاندھی کے عہد میں 25:جون 1975 سے 21:مارچ 1977 تک ملک میں ایمرجنسی (Emergency) نافذ رہی، جبکہ مسٹر فخر الدین علی احمد (1905 - 1977) صدر جمہوریہ تھے۔ بھارت میں تادم تحریر چار پارٹیوں کی مرکزی حکومت ہوئی ہے:

(1) انڈین نیشنل کانگریس پارٹی (INC)

(2) جنتا پارٹی (JNP)

(3) جنتا دل (JD)

(4) بی جے پی (BJP)

انڈین نیشنل کانگریس پارٹی (INC) کا قیام: سال 1885

برطانوی عہد حکومت میں 28:دسمبر 1885 کو کانگریس پارٹی کا قیام ممبئ میں ہوا۔ اس کے بانیان، الان اوکٹوین ہیوم (Allan Octavian Hume)، دادا بھائی نوروجی (Dadabhai Naoroji)(1848-1925) اور دنشاؤ ایدل جی واچا (Dinshaw Idulji Wacha) (1844-1936) تھے۔

تھیوسوفیکل سوسائٹی مومنٹ (Theosophical Society Movement) (تحریک صوفیانہ سماج) کے برطانوی اور بھارتی ممبروں کے ذریعہ کانگریس پارٹی کا قیام عمل میں آیا۔اس پارٹی کے قیام کا مقصد یہ تھا کہ بھارت کے تعلیم یافتہ افراد کو برطانوی حکومت میں شامل کیا جائے اور برٹش گورنمنٹ اور بھارتی تعلیم یافتگان کے مابین سیاسی وسماجی بات چیت کے لیے ایک پلیٹ فارم تیار کیا جائے۔

''الان اوکٹوین ہیوم'' نے ممبئ میں کانگریس کی پہلی میٹنگ بلائی۔28:تا31:دسمبر 1885 یہ میٹنگ ہوتی رہی۔اس میں کل 72:مندوبین (Deligates) شریک ہوئے۔جس میں 54: ہندو، 2:مسلم اور باقی پارسی اور جینی تھے۔ومیش چندر بنرجی (Womesh Chandra Bonnerjee)(1844-1906) کو کانگریس کا پہلا صدر منتخب کیا گیا، پھر 1886 میں دادا بھائی نوروجی کو صدر بنایا گیا۔ وائسرائے آف انڈیا مسٹر ڈفرین (Mr.Dufferin) (1826-1902) نے بھی ایک بھارتی قومی تنظیم (Indian National Union) کے قیام پر رضا مندی ظاہر کی تاکہ باہمی اتحاد کو فروغ حاصل ہو۔

مسٹر ڈفرین کی مدت حکومت 13:دسمبر 1884 تا10:دسمبر 1888 ہے۔ہیوم نے کانگریس پارٹی میں مسلمانوں سمیت بھارت کے تمام طبقات کو شامل کرنے کی پوری کوشش کی۔آزادی ہند سے قبل کانگریس کے متعدد ہندو، مسلم، عیسائی اور پارسی ارکان وممبران کانگریس پارٹی کے صدر ہوئے۔کانگریس کے سیکنڈ پریسیڈنٹ دادا بھائی نوروجی (1825-1917) کا تعلق پارسی مذہب سے تھا۔بہت سے عیسائی اور پارسی کانگریس کے صدر ہوئے۔بنام مسلم جو صدور ہوئے ان کے نام درج ذیل ہیں۔

(1) بدرالدین طیب جی (1844-1906) سال صدارت:1887

(2)رحمت اللہ ایم سیانی(1847-1902)سال صدارت:1896

(3)نواب سید محمد بہادر(م1919)سال صدارت:1913

(4)سید حسن امام(1871-1933)سال صدارت:1918

(5)حکیم اجمل خاں(1863-1927)سال صدارت: 1921

(6)محمد علی جوہر(1878-1931)سال صدارت:1923

(7)ابوالکلام آزاد(1888-1958)سال صدارت:1923(سیکنڈ ٹائم)1940تا1946

(8) مختار احمد انصاری (1880-1936)سال صدارت:1927۔

کانگریس پارٹی کا بانی ایک برطانوی عیسائی

کانگریس کا بانی اے او ہیوم برطانیہ کا باشندہ اور عیسائی مذہب کا پیروکار تھا۔اے او ہیوم ولد جوزف ہیوم(Josef Hume) کی پیدائش 6:جون 1829 کو سینٹ میری کرے، کینٹ (St Mary Cray Kent)انگلینڈ میں ہوئی اور 31: جولائی 1912 کو لندن میں موت ہوئی۔اٹاوہ (یوپی) میں سال 1849 تا 1867 امپیریل سول سروس (Imperial Civil Service) سے منسلک رہ کر خدمات انجام دیں۔اس کے بعد سال 1867 سے 1870 تک برطانوی حکومت کی جانب سے کمشنر آف کسٹم(Commissioner of Customs) کا عہدہ ملا۔1871 سے 1879 تک شعبہ آمدنی، زراعت وکامرس کا سیکریٹری(Secretary to the Department of Revenue, Agriculture and Commerce) ہوا۔وہ سول سروس سے 1882 میں ریٹائرڈ ہوا۔

مختلف محکموں میں خدمات سرانجام دیتے ہوئے ہیوم نے انڈیا کے حالات کو دیکھا۔اس نے سال 1857 کی پہلی جنگ آزادی کو دیکھا، بھارتیوں کے حالات کا گہرائی سے مطالعہ کیا،غور وفکر کیا، پھر اس نے 01:مارچ 1883 کو یونیورسٹی آف کلکتہ کے گریجویٹس (Graduates) کو آزادی وطن کی خاطر ایک تحریک کے قیام کے لیے ایک خط لکھا۔اس میں ہیوم نے اہل ہند کے لیے جمہوری طرز پر حکومت سازی کا نمونہ پیش کیا۔خط کے چند اہم اقتباسات درج ذیل ہیں:

1-"If only fifty men, good and true, can be found to join as founders, the thing can be established and the further development will be compratively easy."

(The history of the Congress (1885-1935) by Sitaramayya B.Pattabhi p.11,12 The law printing house Madras)

ترجمہ:اگر صرف پچاس اچھے اور سچے لوگ مل سکیں جو بانی کی حیثیت سے متحد جائیں تو یہ چیز قائم ہوسکتی ہے اور مزید ترقی آسانی

کے ساتھ ہوجائے گی۔

2-"he that is greatest amongst you, let him be your servant."

(The history of the Congress (1885-1935) by Sitaramayya B.Pattabhi p.12)

ترجمہ: جوتم میں سب سے عظیم ہے، اسی کو تمہاری خدمت کرنی چاہیے۔

3-"And if even the leaders of thought are all either such poor creatures, or so selfishly weded to personal concerns that they dare not strike a blow for their country,s sake, then justly and rightly are they kept down and trampled on, for they deserve nothing better. Every nation secures precisely as good a Government as it merits. If you the picked men, the most highly educated of the nation, cannot, scorning personal ease and selfish objects, make a resolute struggle to secure greater freedom for yourselves and your country, a more impartial administration, a larger share in the management of your own affairs, then we, your friends, are wrong and our adversaries right, then are Lord Ripon,s noble aspirations for your good fruitless and visionary, then, at present at any rate all hopes of progress are at an end and India truly neither desires nor deserves any better Government than she enjoys."

(The history of the Congress (1885-1935) by Sitaramayya B.Pattabhi p.12)

ترجمہ: اور اگر فکری قائدین بھی تمام کے تمام یا تو ایسے نادار لوگ ہوں یا مفاد پرستی کی حد تک ذاتی معاملات سے دلچسپی رکھتے ہوں کہ وہ اپنے ملکی مفاد کے لیے جدوجہد کرنے کی ہمت نہ رکھتے ہوں، تب وہ یقیناً ماتحت بنائے جائیں گے اور روندے جائیں گے، کیوں کہ وہ کسی بھلائی کے حقدار نہیں ہیں۔ ہر قوم اصولی طور پر اتنی ہی اچھی حکومت پاتی ہے، جتنی اچھی حکومت کی وہ اہل ہوتی ہے۔

اگر آپ منتخب افراد بھی جو قوم میں سب سے اعلیٰ تعلیم یافتہ لوگ ہیں ، ذاتی آسائش اور اپنے مفاد کو قربان کرتے ہوئے اپنے اور اپنے

ملک کے لیے نسبتاً بڑی آزادی حاصل کرنے کے لیے جہدِ مسلسل نہ کرسکیں تاکہ زیادہ متحد انتظامیہ، اور اپنے خود کے معاملات کے نظم ونسق میں نسبتاً بڑی حصہ داری حاصل کرسکیں، تب تو ہم تمہارے دوست غلطی پر ہیں اور ہمارے حریف صحیح ہیں، تب تو تمہاری بھلائی کے متعلق مسٹر ریپن کی نیک تمنائیں بے سود ہیں، تب فی الحال بہرصورت ترقی کی تمام امیدیں ختم ہوگئیں اور بھارت درست طور پر کہا جاسکتا ہے کہ نہ تو اس سے بہتر حکومت چاہتا ہے جس کا وہ لطف لے رہا ہے، نہ ہی اس کا مستحق ہے۔(یعنی مخالفین کا کہنا ہے کہ اہل ہند اپنی حکومت خود چلانے کی اہلیت نہیں رکھتے ہیں اور ان کی بات مذکورہ صورت میں درست معلوم ہوتی ہے)۔

4-"Men know how to act. Let there be no more complaining of Englishmen being preffered to you in all important offices."

(The history of the Congress (1885-1935) by Sitaramayya B.Pattabhi p.12)

ترجمہ: لوگوں کو معلوم ہے کہ کیسے کام کرنا ہے۔ تمام اہم دفتروں میں تم پر انگریزوں کو ترجیح دیے جانے کی مزید شکایت نہیں ہونی چاہیے۔

سال 1886 میں دی اولڈ مینس ہوپ (The Old Man,s Hope) کے نام سے ہیوم کی ایک نظم (Poem) کلکتہ میں شائع ہوئی، جو اس کے قلبی جذبات کو ظاہر کرتی ہے۔ نظم درج ذیل ہے۔

Sons of Ind, why sit ye idle
Wait ye for some Deva,s aid?
Buckle to, be up and doing!
Nations by themselves are made!
Are ye serfs or are ye freemen,
Ye that grovel in the shade?
In your own hands rest the issues!
By themselves are nations made!

(Allan Octavian Hume Wikipedia)

خلاصہ: اے ملک ہند کے سپوتو! تم بیکار کیوں بیٹھے ہو؟ کیا تم کچھ دیوتاؤں کی مدد کے منتظر ہو؟ بلندی پانے اور کچھ کرنے کے لیے کمر کس لو۔ قومیں اپنے ہاتھوں سے بنائی جاتی ہیں۔ کیا تم کھیتی باڑی کرنے والے غلام ہو، یا تم آزاد لوگ ہو؟ کیا تم سائے میں مدہوش پڑے ہو؟ تمہارے اپنے ہاتھوں میں مقاصد ومسائل ہیں۔ اپنے ہاتھوں سے قومیں بنائی جاتی ہیں۔

ہیوم نے اہل ہند کو آزادی وطن کے لیے ابھارنے کی کوشش کی۔ ہیوم کا خط اور نظم دونوں ہی آزادی ہند کی ترغیب دلاتے ہیں۔ ہیوم نے پبلک کمیشن آف انڈیا کو سال 1887 میں لکھا کہ میں اپنے آپ کو بھارت کا ایک مقامی باشندہ سمجھتا ہوں۔ (I look upon myself as a native of India.)

ابتدائی مرحلہ میں کانگریس کے ملکی لیڈروں میں آزادی وطن کا جذبہ نہ تھا بلکہ وہ صرف حکومتی امور میں بھارتیوں کی شرکت چاہتے تھے۔ملکی لیڈروں میں قومی آزادی کے جذبہ کے مستقل فقدان سے مایوس ہوکر سال 1894 میں ہیوم واپس لندن چلا گیا، پھر 26: جنوری 1930 کو گاندھی جی کی قیادت میں کانگریس نے آزادی وطن کا فیصلہ کیا اور ''پورن سوراج''(Purna Swaraj) یعنی مکمل آزادی (Complete Independence) کا نعرہ بلند کیا۔

کانگریس پارٹی: سردوگرم کا مجموعہ

کانگریس پارٹی آغاز امر سے ہی سوشلسٹ (Socialist) اور نیشنلسٹ (Nationalist) شخصیات کا مجموعہ مرکب رہی ہے۔کبھی سیکولر خیالات کا غلبہ ہوا، کبھی قوم پرستی غالب آئی۔اکثر سیاسی پارٹیوں کا وجود سابق کانگریسی لیڈروں کے ذریعہ ہوا، یہاں تک کہ آر ایس ایس (RSS) کا بانی ہیڈ گوار بھی سابق کانگریسی ممبر تھا اور ہندو مہاسبھا کے بانیان بھی کانگریسی لیڈران تھے۔

بانی پاکستان مسٹر جناح اور تحریک خلافت کے بانی محمد علی جوہر بھی سابق کانگریسی لیڈر رہتے تھے۔سال 1934 میں کانگریس پارٹی نے ایک ریزولیشن (Resolution) پاس کیا، جس کے ذریعہ کانگریس نے پارٹی کے اراکین پر یہ پابندی لگادی کہ کانگریس کا کوئی رکن ہندومہاسبھا، آر ایس ایس یا مسلم لیگ کا رکن نہیں ہوسکتا۔

تھیوسوفیکل سوسائٹی مومنٹ

تھیوسوفیکل سوسائٹی مومنٹ (Theosophical Society Movement) 17: نومبر 1875 کو نیویارک (New York America) امریکہ میں تشکیل پائی تھی۔اس کے بانیان درج ذیل افراد تھے۔

1-Helena Petrovna Blavatsky

2-Colonel Henry Steel Olcott

3-William Quan Judge

یہ تحریک بلاتفریق مذہب وقومیت ساری دنیا میں بھائی چارگی کے فروغ، روحانی بیداری اور انسانی خدمات کے لیے قائم کی گئی تھی۔اولکوٹ (Olcott) کو اس تحریک کا پہلا صدر بنایا گیا اور اسی عہدہ پر اس کی موت 1907 تک اسے برقرار رکھا گیا۔کچھ سالوں بعد اولکوٹ اور بلاوٹ اسکائی انڈیا منتقل ہوگئے۔انہوں نے اڈیار (مدراس) (Adyar, Chennai) میں اس تحریک کا بین الاقوامی ہیڈ کوارٹر بنایا۔اسی تحریک کی جانب سے مدراس میں ماہ دسمبر 1884 میں منعقد ہونے والے ایک کنونشن کے بعد 70: لوگوں کی ایک پرائیویٹ میٹنگ میں ایک انڈین قومی تنظیم کے قیام سے متعلق بات چیت ہوئی تھی۔اس کی پہل ہیوم نے کی اور مارچ 1885 میں ایک انڈین نیشنل یونین کے قیام کا نوٹس جاری ہوا اور 1885 میں کانگریس کا وجود ہوا۔

مسلم لیگ کا قیام: سال 1906

30: دسمبر 1906 کو شاہ باغ ڈھاکہ (بنگلہ دیش) میں آل انڈیا مسلم لیگ (All India Muslim League)

کا وجود ہوا۔ یہ متحدہ بھارت کی پہلی مسلم سیاسی پارٹی تھی۔نواب ڈھاکہ خواجہ سلیم اللہ (1871-1915)،نواب وقار الملک مشتاق حسین (1841-1917)،سید امیر علی (1849-1928) وغیرہم مسلم لیگ کے بانی اراکین (Founder Members) ہیں۔اس کا ہیڈ کوارٹر لکھنو میں بنایا گیا۔مسلم لیگ کے قیام کا مقصد حکومتی سطح پر مسلم حقوق کی حصولیابی تھا۔

سر سید احمد خاں (1817-1898) بانی مسلم یونیورسٹی (علی گڈھ) نے مسلمانوں میں انگریزی تعلیم کو رواج دینے کے لیے سال 1986 میں آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس (All India Muhammadan Educational Conference) کی بنیاد رکھی۔اس کا پہلا اجلاس 27: دسمبر 1886 کو مسلم اینگلو عربک کالج (علی گڈھ) کے احاطہ (Campus) میں ہوا،جس میں 161: مندوبین (Deligates) شریک ہوئے،پھر اس کے سالانہ جلسے مختلف شہروں میں منعقد ہونے لگے۔

ابتدائی عہد میں سر سید نے مسلمانوں کو سیاست سے دور رہنے اور جدید تعلیم حاصل کرنے کی ترغیب دی،کیوں کہ عہد جدید میں حکومتی سطح پر کسی بھی شعبہ میں قبولیت کے لیے جدید تعلیم ضروری تھی۔ایجوکیشنل کانفرنس کا بیسواں سالانہ جلسہ ڈھاکہ میں 27: دسمبر 1906 تا 29: دسمبر 1906 منعقد ہوا۔اس کے بعد 30: دسمبر 1906 کو نواب وقار الملک کی صدارت میں ایک اجلاس منعقد ہوا۔اسی اجلاس میں آل انڈیا مسلم لیگ کی بنیاد رکھی گئی۔سر سلطان محمد شاہ آغا خاں سوم (1877-1957) کو مسلم لیگ کا پہلا صدر بنایا گیا۔

فرقہ پرستوں کی سازشیں

جیسے جیسے آزادی کی لہر تیز ہوتی جاتی تھی،ویسے ویسے برطانوی حکومت بھارت کی دونوں بڑی قوموں کے درمیان نفرت پھیلانے کا کچھ نہ کچھ ہتھکنڈا اختیار کرتی رہتی تھیں۔اسی طرح سلطنت مغلیہ کے زوال کے بعد ہندو فرقہ پرست لیڈروں نے مسلمانوں کے خلاف زہر اگلنا شروع کر دیا تھا۔ماضی کے مسلم سلاطین پر مندروں کے انہدام،بالجبر مسلمان بنانے اور ہندؤں پر ظلم وستم ڈھانے کی فرضی داستانیں سنا کر قوم ہنود کو مسلمانوں کے خلاف ورغلاتے رہے،جس کی وجہ سے ملک میں جابجا ہندو،مسلم فسادات ہوتے رہے۔

تحریک خلافت کے عہد (1919- 1924) میں دونوں قوموں کے درمیان بہت حد تک اتحاد واتفاق پیدا ہو چکا تھا لیکن جلد ہی ریت کے محل کی طرح یہ اتحاد ٹوٹ پھوٹ کر بکھر گیا۔ہندو مہاسبھا کی جانب سے پیش کیا گیا بھارت کو ''ہندو راشٹر'' بنانے کا پروگرام مضبوط ہوتا گیا اور اسی عہد میں پنڈت شردھانند نے شدھی تحریک قائم کر کے مسلمانوں کو ہندو بنانا شروع کیا۔

ان سب حالات کو دیکھتے ہوئے الہ آباد میں 29: دسمبر 1930 کو مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس میں مسلم لیگ کے صدر ڈاکٹر اقبال (1876-1938) نے اپنے یادگار صدارتی خطاب (Monumental Presidential Addrees) میں دوقومی نظریہ (Two-nation Theory) پیش کیا۔

حالات حاضرہ کا مشاہدہ کرتے ہوئے مسلمانوں کی اکثریت نے دوقومی نظریہ قبول کرلیا۔ مذکورہ بالا احوال وکوائف کے پیش نظر سال 1940 میں قائد پاکستان مسٹر جناح نے بھی تقسیم ہند کا نظریہ پیش کیا۔ انہی حالات کے سبب 1947 میں گاندھی جی، جواہر لال نہرو، سردار پٹیل ودیگر کانگریسی قائدین نے بھی تقسیم ہند کا نظریہ قبول کرلیا۔ چوں کہ برطانوی حکومت نے آزادی سے قبل ہی اہل ہند سے یہ شرط منوالی تھی کہ بھارت ایک جمہوری ملک ہوگا، اس لیے آزادی کے بعد کانگریس پارٹی نے دستور ہند کو ایک سیکولر اور منصفانہ دستور کی شکل دی۔

قائد پاکستان مسٹر محمد علی جناح

مسٹر محمد علی جناح کی پیدائش 25: دسمبر 1876 کو کراچی میں ہوئی اور کراچی ہی میں 11: ستمبر 1948 کو موت ہوئی۔ مسٹر جناح 1906 سے 1920 تک کانگریس سے منسلک رہے اور 1913 سے 1948 تک مسلم لیگ سے وابستہ رہے۔ 1916 میں مسٹر جناح مسلم لیگ کے صدر ہوئے۔ 1916 ہی میں کانگریس اور مسلم لیگ کے مابین ''لکھنو پیکٹ'' (Lucknow Pact) کا معاہدہ ہوا۔ اس کے بعد مسٹر جناح نے ہندو مسلم اتحاد کی زبردست کوششیں کیں لیکن کچھ خاص کامیابی نہ ملی۔

دل برداشتہ ہوکر مسٹر جناح نے سال 1920 کا اکثر حصہ انگلینڈ میں گزارا۔ کانگریس پارٹی نے 1920 کے سالانہ اجلاس منعقدہ ناگپور میں گاندھی جی کی ''ستیہ گرہ مہم'' (Satyagarha Compaign) کو منظوری دی تو مسٹر جناح نے اس پر احتجاج کرتے ہوئے کانگریس سے استعفیٰ دے دیا اور کہا کہ ستیہ گرہ (حکومت کے خلاف پرامن احتجاج) ایک سیاسی انتشار (Political Anarchy) ہے۔

چوں کہ مسٹر جناح نے مسلم لیگ کی رکنیت سے استعفیٰ نہ دیا تھا، اس لیے مسلم لیگ میں اس کی رکنیت برقرار رہی۔ مسٹر جناح نے 1930 سے 1934 تک کا عرصہ انگلینڈ میں گذارا۔ مسٹر جناح سال 1934 میں ہندو مسلم اتحاد کی خواہش لے کر انڈیا آئے لیکن اتحاد سے ناامید ہوکر پھر انگلینڈ واپس چلے گئے۔ اس درمیان مسلم لیگ کے قائدین خصوصاً ڈاکٹر اقبال، مسٹر لیاقت علی خاں وغیرہ ان پر واپس انڈیا آکر مسلم لیگ کی قیادت سنبھالنے کے لیے دباؤ ڈالتے رہے۔ آخرکار قوم مسلم کی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے مسٹر جناح کو سال 1937 میں واپس انڈیا آنا پڑا۔ 1937 سے قیام پاکستان تک وہ مسلم لیگ کے صدر رہے۔

انگلینڈ سے واپسی کے بعد مسلم لیگ کے لیے مسٹر جناح نے خوب محنت کی۔ لاہور میں 23: مارچ 1940 کو مسلم لیگ نے اپنے سالانہ جلسہ میں مسٹر جناح کی قیادت میں لاہور ریزولیشن (Lahore Resolution) پاس کیا اور مسلم قوم کے لیے ایک الگ ملک کا مطالبہ کیا۔ رفتہ رفتہ تقسیم ہند کا نظریہ قوی ہوتا گیا۔ انجام کار آزادی کے وقت ملک ہند دو حصوں میں منقسم ہوگیا:

(1) انڈیا (بھارت) (2) پاکستان۔ 14: اگست 1947 کو پاکستان کا قیام ہوا، اور 15: اگست 1947 کو بھارت ایک آزاد ملک کی شکل پا گیا۔

(جاری)

نظامِ تعلیم پر استعماری اثرات اور امام احمد رضا کے اسلامی تعلیمی افکار

از۔ مولانا غلام مصطفیٰ رضوی، نوری مشن مالیگاؤں

علم اور تعلیم کی اشاعت و فروغ میں مسلمانوں نے جو کردار انجام دیا اس کے معترف اغیار بھی ہیں، مسلمانوں نے قرآنی احکام کی بنیاد پر خدمتِ علم کی، چناں چہ جانسن (Johnson) لکھتا ہے: ''یہی (قرآنی) پیغام ایک تعمیری قوت کے طور پر وجود میں آیا اور عیسائی دنیا میں بہ طور نور (علم) پھیل گیا اور جہالت کی ظلمت کو دور کر گیا۔''

(تبرکات عالمی مبلغ اسلام، ص۴۹۳)

قرآن مقدس نے جہاں انسان کو معبود حقیقی سے قریب کیا وہیں علم سے بھی رشتہ استوار کیا اس کا یہ اعجاز ہے کہ ہر دور میں اس کی رہنمائی نے انسانیت کی زلفِ برہم کو سنوارا، اس کے قوانین کی روشنی میں مسلمان علما نے علومِ جدیدہ کی بنیاد ڈالی، ایمانل ڈوش (Emmanuel Deutsch) کے الفاظ میں ''قرآن مجید میں سائنسی مطالعہ پر زور مذاہب عالم میں بالکل منفرد ہے۔''......

مسلسل سازشوں کے نتیجے میں ایک دور وہ آیا کہ مسلمانوں کا علم سے متعلق مزاج بدل گیا، وہ احساس کم تری کا شکار ہو گئے، ہندوستان میں جب کہ مغلوں کا سورج غروب ہوا اور انگریز غالب آئے تو انگریزوں نے مدارس کو بھی مفلوک الحال کر چھوڑا۔ نتیجے میں مدارسِ اسلامیہ زوال سے دوچار ہو گئے۔ اس تنزلی نے فکری سطح کو بھی مجروح کیا اور پھر سازشوں کے بطن سے علم کا جو تصور اُبھرا اس نے رہی سہی کسر پوری کر دی۔ ڈاکٹر محمد یوسف کے بہ قول:

''مغربی استعمار نے بھی اولین مرحلے میں مسلمانوں کی فکری و نظری اساس پر حملہ کیا۔ اور اس کے لیے انھوں نے مسلمانوں کے نظام تعلیم کے اندر تشکیک و الحاد، اپنے مخصوص نظریۂ اباحیت و عریانیت اور تجدد پسندی کے اثرات پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ نصوصِ قرآن و سنت میں من مانی تاویلیں کرنے کی سوچ کی سرپرستی کرتے ہوئے اسے پروان چڑھایا۔''

(ضیائے حرم لاہور فروری ۲۰۰۱ء، ص۳۴)

تجدد پسندی کے اثرات سے ابوالکلام آزاد جیسے لیڈر بھی خود کو محفوظ نہ رکھ سکے اور اسلامی نظام تعلیم جسے انھوں نے اپنے طالب علمی کے زمانے میں ''درس نظامیہ'' کی شکل میں سیکھا تھا سے متعلق لکھ دیا: ''پھر اس تعلیم کا حال کیا تھا جس کی تحصیل میں تمام ابتدائی زمانہ بسر ہوا! اس کا جواب اگر اختصار کے ساتھ بھی دیا جائے تو صفحوں کے صفحے سیاہ ہو جائیں......'' (غبار خاطر، ص۹۷)...... یہ تھا فکری انحطاط و زوال کا نمونہ۔

ایسے دور میں جب کہ اسلامی نظام تعلیم سے ذہنوں کو متنفر اور فکروں کو پراگندہ کیا جا رہا تھا امام احمد رضا محدث بریلوی (۱۲۷۲ھ۔۱۳۴۰ھ) نے مسلمانوں کی سوچ و فکر کو اسلام کی طرف مائل کیا اور حوصلوں کو سہارا دیا، اس کا اندازہ آپ کے افکار و تحریرات

کے مطالعہ سے ہوتا ہے، آپ نے اُس دور کی یاد تازہ کردی جس میں امام غزالی و امام سیوطی جیسی با کمال شخصیات علم وفن کے دریا بہارہی تھیں، امام احمد رضا چاہتے تھے کہ مسلمان علم دین حاصل کرے اور پھر معاصر علوم سے بھی آراستہ ہو لے۔ اور یہ سوچ ایسی ٹھوس تھی کہ اس سے ایک طرف ایمان بھی محفوظ رہتا اور دوسری طرف قوم کو جدید وقدیم علوم سے آراستہ باصلاحیت افراد بھی میسر آتے۔ اسی نوع کا ایک معاملہ پیش ہوا کہ، تعلیم انگریزی و ہندی کی مسلمان کو جائز ہے یا نہیں؟ تو ارشاد فرمایا:

''اگر جملہ مفاسد سے پاک ہو تو علوم آلیہ مثل ریاضی و ہندسہ و حساب و جبر و مقابلہ و جغرافیہ و امثال ذٰلک ضروریاتِ دینیہ سیکھنے کے بعد سیکھنے کی ممانعت نہیں، کسی زبان میں ہو اور نفسِ زبان کا سیکھنا کوئی حرج رکھتا ہی نہیں۔''

(فتاوی رضویہ، ج ۲۳، ص ۷۰۶)

جو قومیں اپنے اسلاف کی راہ سے ہٹ جاتی ہیں وہ تباہ ہو جاتی ہیں، پھر سوچنے کی بات ہے کہ مسلمان دین کا علم چھوڑ کر کس طرح دوسرے علوم ہی کو مقصد قرار دے سکتا ہے؟ تاریخ اسلامی میں ہر نمونہ شخصیت اول علم دین ہی سے آراستہ نظر آتی ہے اور پھر دوسرے علوم میں بھی ممتاز۔ اور پھر مذکورہ اقتباس میں جو ''مفاسد سے پاک علم'' کی شرط لگائی گئی ہے وہ غیر ضروری نہیں، اس لیے کہ استعماری قوتوں نے جہاں اسلامی علوم سے مسلمانوں کو دور کرنے کی کوشش کی وہیں جدید علوم میں ایسے نظریات کو رواج دیا جو اسلامی عقاید سے متصادم و متعارض تھے۔ امام احمد رضا کا یہ فکری نکتہ نیا نہیں۔ امام غزالی (۴۵۰ھ۔۵۰۵ھ) نے بھی علوم کو دو انواع میں تقسیم کیا ہے: (۱) محمود (۲) مذموم...... امام احمد رضا کی تعلیمی فکر علوم محمودہ کے حصول پر زور دیتی ہے اور وہ علوم جن سے عقاید کمزور ہوں یا سوچ منفی بنے اور ایمان و عقیدے میں بگاڑ پیدا ہونے کا اندیشہ ہو۔ ان سے آپ بچنے کی ترغیب دیتے ہیں۔ اسی لحاظ سے انگریزی تعلیم کے پڑھنے پڑھوانے سے متعلق یہ فکر دیتے ہیں جس میں اعتدال و توازن بھی ہے:

''یہ بھی ضروری ہے کہ اپنے دین و اخلاق و وضع پر اثر نہ پڑے، اسلامی عقاید و خیالات پر ثابت و مستقیم اور مسلمانی وضع پر قائم رہے۔ ان سب شرائط کے اجتماع کے بعد جائز رزق حاصل کرنے کے لیے (انگریزی پڑھنے میں) حرج نہیں۔''

(مرجع سابق، ص ۱۰۷)

استعماری نظام تعلیم کا مقصد برطانوی ایسٹ انڈیا کمپنی کی پالیسی کے مطالعہ سے بھی ہوتا ہے اس کا ایک نکتہ اس طرح ہے:

''کمپنی کی حکومت کا واضح مقصد انگریزی زبان اور مغربی علوم کو ہندوستان میں رائج کرنا (ہے) تا کہ یہاں کے لوگ ''مغربی تہذیب'' اور ''مغربی مذہب'' کو قبول کریں۔''

(ضیائے حرم لاہور فروری ۲۰۰۱ء، ص ۳۵)

بات اگر صرف انگریزی زبان کی ہوتی تو کوئی تعجب نہیں تھا، مگر یہاں مقصد ''مغربی مذہب'' عیسائیت کی تبلیغ ہے امام احمد رضا کی فراست ایمانی دیکھ رہی تھی کہ ''مغربی نظام تعلیم'' میں کچھ مستور ہے اسی لیے آپ نے علوم جدیدہ کے حصول کی اجازت دی تو علم دین حاصل کر لینے کے بعد تا کہ غیر اسلامی نظریات سے آگہی بہ آسانی ہو اور جو باتیں خلافِ اسلام ہوں ان کی تردید کی جا سکے اور آج تو علوم

میں کس قدر غیر اسلامی افکار پڑھائے جاتے ہیں یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں، اقبالؔ نے کہا تھا:

یورپ میں بہت روشنیِ علم و ہنر ہے
حق یہ ہے کہ بے چشمۂ حیواں ہے یہ ظلمات

سر سید نے بھی اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ انگریزی حکومت کی طرف سے عیسائیت کے پرچار اور مغرب کی عریاں تہذیب کی خفیہ مہم تعلیم سے مربوط چھیڑی گئی تھی جس کا اظہار ''اسباب بغاوت ہند'' میں ملتا ہے۔وہ لکھتے ہیں: ''لڑکیوں کی تعلیم کا بہت چرچا ہندوستان میں تھا اور سب یقیناً جانتے تھے کہ سرکار کا مطلب یہ ہے کہ لڑکیاں اسکولوں میں آئیں اور تعلیم پائیں اور بے پردہ ہو جائیں۔''

(اسباب بغاوت ہند،ص ۱۲۶)

مغربی نظام تعلیم کا ایک اور مقصد یہ تھا کہ ''جدید تعلیم کے زیور سے آراستہ ایک ایسی جماعت تیار کی جائے جو اسلام اور اسلامی اقدار سے اعلان برأت نہ کرے تو کم از کم اظہار نفرت تو کرے۔''

(ضیائے حرم لاہور فروری ۲۰۰۱ء،ص ۴۴)

آج منظر نامہ اس کی تصدیق کر رہا ہے کہ خود کو مسلمان کہنے اور کہلوانے والا ایک ماڈریٹ طبقہ اسلامی اقدار و تہذیب سے بے زار نظر آتا ہے،اس کے مشاہدات ہمیں آئے دن دیکھنے میں آتے ہیں۔مثلاً:

☆مسلم پرسنل لا سے متعلق بہت سے دانش ور قسم کے افراد اسلامی احکام سے جدا غیر اسلامی نظریے کی تائید کرتے ہیں۔

☆ شرعی احکام و مسائل میں اپنی عقل کی بات لاتے ہیں۔

☆ حجاب کے مسئلے میں بھی، اسے ''قدامت پسند'' ''فرسودہ علامت'' بھی قرار دینے والوں میں بعض کلمہ گو نظر آتے ہیں۔

☆سود سے متعلق اسلامی حکم سے خلاف کرنے والے بھی بہت سے کلمہ گو ہیں۔

(یہ حقیقت ہے کہ ایسا طبقہ ۲۰۰۹ء کی The Royal Islamic Strategic Studies Center کی سروے رپورٹ کے مطابق ایک فی صد ہے۔مگر ان کے جرثومے مسلم معاشرے میں اپنے دامن پسار رہے ہیں)۔

استعماری نظام تعلیم کے زیر اثر الحاد کو راہ ملی......امام اہل سنت اسی سے قوم کو بچانا چاہتے تھے۔اقبالؔ نے الحاد کے پس منظر میں کہا تھا:

خوش تو ہیں ہم بھی جوانوں کی ترقی سے مگر
لبِ خنداں سے نکل جاتی ہے فریاد بھی ساتھ
ہم سمجھتے تھے کہ لائے گی فراغت تعلیم
کیا خبر تھی کہ چلا آئے گا الحاد بھی ساتھ

مسئلہ در اصل یہ تھا کہ انگریز اپنے نظام تعلیم کے توسط سے مسلمانوں کو ذہنی غلام بنا رہا تھا۔فکر مرتی ہے تو قوم مر جاتی ہے۔امام احمد رضا اسلامی سوسائٹی کو اس کی فکری اساس کے ساتھ دیکھنا چاہتے تھے۔ اس لیے ہر اس عمل کی آپ نے مخالفت فرمائی جس سے ہمارے دینی تشخص کو خطرہ لاحق ہو۔

امام اہل سنت کے نزدیک تعلیم کا مقصد ''خدا رسی و رسول شناسی'' ہے اور بقول استاذ سلیم اللہ جندران: ''آپ تعلیم برائے تفہیم دین کے قائل ہیں۔''......استعماری نظام تعلیم کے مقابل آپ کے نظریات دین کے فکری سرمائے کی حفاظت کے لیے نہایت اہم مقام رکھتے ہیں۔انھیں وجوہ سے اسلامی دنیا میں آپ کے عہد میں آپ کے پائے کا کوئی ماہر تعلیم نظر نہیں آتا......مغربی فکر کے مقابل آپ کی

ذات غزالیِ عصر نظر آتی ہے اور بعض دانش وروں نے جو اپنے دور کا بو حنیفہ کہا وہ مطالعے کے آئینے میں دیکھتے ہیں تو درست پاتے ہیں۔

فرنگی اثرات کے تحت ہی آپ نے کالج کی تعلیم کے سلسلے میں شریعت کے پاس ولحاظ کی قید لگائی ہے، جہاں آپ نے علومِ جدیدہ کے حصول کی ترغیب دی وہیں شریعت کے اصولوں کی پاس داری کا درس بھی دیا ہے۔فرماتے ہیں:

''کالج اور اس کی تعلیم میں جس قدر بات خلافِ شریعت ہے اس سے بچنا ہمیشہ فرض تھا اور ہے، جہاں تک مخالفتِ شرع نہ ہو اس سے بچنا کبھی بھی فرض نہیں۔''

(فتاویٰ رضویہ قدیم، ج۶ طبع ممبئی ص ۱۷۱)

یہ ایک عقلی بات ہے کہ جو قائد ہوگا وہ اپنی مذہبی وقومی روایات کا پاس دار ہوگا اور اس میں معمولی لچک بھی اسے گوارا نہ ہوگی۔امام احمد رضا ملت اسلامیہ کے قائد تھے، انھوں نے قیادت بھی خوب نبھائی جب کہ بڑے بڑے پھسل گئے تھے اس وقت آپ نے اسلامی نظامِ تعلیم ومعاشرہ کے تشخص کو بچایا اور اسلام کی اس روایتی سوسائٹی کو قایم رکھا جو ہمارا آئیڈیل رہی ہے۔اور ہماری اسلامی شان کی مظہر بھی۔اس سلسلے میں آپ نصاب سازی میں اسلامی فکر وروایات کی پاس داری پر زور دیتے ہیں۔

آپ کی خدمت میں ایک سوال اسی قسم کا ''کوچین مالابار'' سے آیا جس میں پوچھا گیا کہ آج کل مسلمان جو تکمیل یونیورسٹی کی کوشش کرتے ہیں اور چندہ فراہم کرتے ہیں وہ ثواب ہے یا نہیں؟ اس کے جواب میں آپ نے چند شرطیں اسلامی رو سے ذکر کیں اور ان بنیادوں پر یونیورسٹی کے تعاون کی اجازت دی۔جنھیں نمبر وار درج کیا جاتا ہے:

''اگر یہ بات قرار پائے اور اس کے افسر عہدہ داران اس کا پورا ذمہ قابل اطمینان کریں کہ:

(۱) اس کا حصہ دینیات صرف اہل سنت وجماعت کے متعلق رہے گا۔

(۲) جن کے عقاید مطابق علمائے حرمین طیبین ہیں، انھیں کی کتب نصاب میں ہوں گی۔

(۳) انھیں کے علما مدرسین ہوں گے۔

(۴) انھیں کی تربیت میں طلبہ رہیں گے۔

(۵) غیروں کی صحبت سے ان کو (طلبہ کو) بچایا جائے گا۔

(۶) روپیہ جو اہل سنت سے لیا جائے گا صرف اسی کام میں صرف کیا جائے گا۔

اس وقت اہل سنت کو ان میں داخل ہونا جائز اور باعث ثواب ہوگا اور جو کچھ اس میں دیا جائے گا صدقۂ جاریہ ہوگا۔''

(فتاویٰ رضویہ، ج ۲۳ ص ۶۸۴۔۶۸۵)

فکری حملہ ظاہری حملے سے زیادہ خطرناک ہوتا ہے، استعماری قوتوں نے اسی رُخ کو اختیار کیا کیوں کہ وہ جہدِ مسلسل کے بعد بھی اسلام کی شمع بجھا نہ سکے، انھوں نے فکری حملے شروع کیے اور جدید علوم کے توسط سے صیہونی افکار کو نصابِ تعلیم کا حصہ بنایا اسی وجہ سے امام احمد رضا نے مذکورہ اقتباس میں اسلامی اصولوں کو فایق رکھتے ہوئے یونیورسٹی کی اعانت اور اس میں حصول علم کی اجازت دی...... پھر ایک پہلو یہ بھی آتا ہے کہ جب ہمارے یہاں سب کچھ موجود ہے تو مخالفینِ اسلام کے مرہونِ منت کیوں بن رہے ہیں؟ اس پہلو سے امام احمد رضا نے قوم کو ماضی کی حوصلہ افزا تاریخ کا اشارہ دیا ہے کہ اب بھی

وقت ہے سنبھل جاؤ اور اپنے اسلاف کے نظام تعلیم کو عام کرو کیوں ہم غیر کے محتاج بن رہے ہیں، تعجب خیز انداز میں تحریر فرماتے ہیں:

''سائنس میں وہ باتیں ہیں جو عقایدِ اسلام کے خلاف ہیں۔ بچوں کی تربیت دینے، تہذیب و انسانیت سکھانے کے لیے دنیا بھر میں کوئی مسلمان نہ رہا؟ عرب، مصر، روم، شام حتیٰ کہ حرمین شریفین کے علما و مشایخ میں کوئی اس قابل نہیں۔ ہاں! کمالِ مہذب و شیخ تربیت وپیرِ افادت بننے کے لایق یورپ کے عیسائی ہیں؟''

(مرجع سابق)

قوت فکرو عمل پہلے فنا ہوتی ہے
تب کسی قوم کی شوکت پہ زوال آتا ہے

امام احمد رضا قرآن مقدس کی روشنی میں سائنس کو پرکھنے کے قائل تھے، اسی لیے جن سائنسی دلائل کو قرآن مقدس کے مطابق پایا انھیں تسلیم کیا اور جنھیں قرآنی فیصلے سے متصادم پایا ان کی مخالفت کی۔ ایک مقام پر لکھتے ہیں:

''قرآن عظیم کے وہی معنی لینے ہیں جو صحابہ و تابعین ومفسرین ومعتمدین نے لیے۔ ان سب کے خلاف وہ معنی لینا جن کا پتہ نصرانی سائنس میں ملے مسلمان کو کیسے حلال ہوسکتا ہے؟''

(نزول آیات فرقان بسکون زمین وآسمان، ص۲۰، طبع کراچی)

مجھے اس مقام پر نومسلم مغربی دانش ور ڈاکٹر محمد ہارون (متوفیٰ ۲۰۰۸ء) کا وہ تبصرہ یاد آ رہا ہے جس میں آپ نے فکرِ رضا کی ہمہ گیری اور فکرِ مغرب کی خامی کو سائنس کے تناظر میں واضح کیا ہے۔ موصوف لکھتے ہیں:

''امام احمد رضا (مغربی) سائنس کے مقابل اسلام کا دِفاع کرنے اور سائنس کی حدیں واضح کرنے کی کاوشوں کی وجہ سے عالمی اہمیت کی حامل شخصیت ہیں......صرف امام احمد رضا کے افکار کو اپنا کر ہی مسلم دنیا اپنے تباہ کن حالات سے پیچھا چھڑا سکتی ہے......اگرچہ وہ خود سائنس میں خاصی مہارت رکھتے تھے، لیکن اگر کوئی اسلام میں سائنس سے مطابقت پیدا کرنے کے لیے کوئی تبدیلی لانا چاہتا تو آپ اسے ٹھوس علمی دلائل سے جواب دیتے......یہی امام احمد رضا کی عالمی اہمیت کی ایک دلیل ہے۔''

(امام احمد رضا کی عالمی اہمیت، مترجم ڈاکٹر ظفر اقبال نوری، ص۸۔۹ طبع مالیگاؤں ۲۰۰۵ء)

مسلمانوں کی تعلیمی پس ماندگی کے خاتمہ کے لیے امام احمد رضا نے کئی تعلیمی منصوبے پیش کیے، معاشی جہت سے آپ کا ۱۹۱۲ء کا چار نکاتی منصوبہ ''تدبیر فلاح ونجات واصلاح'' مطبوع ہے جس کے نکات پر آج بھی عمل ہوجائے تو مسلمان کسی غیر کے محتاج نہ ہوں گے اور پھر کسی سچر کمیٹی کی رپورٹ ہمیں تعلیمی وترقیاتی میدان میں ابتر و پست ثابت نہ کر سکے گی، ضرورت اس بات کی ہے کہ احساس کم تری اور مایوسی کے غار سے نکلیں اور آفاقی دین کے حامل ہونے کے ناطے علم وفن سے رشتے استوار کریں۔ امام احمد رضا کی یہی فکر تھی تعلیم برائے خدمت واشاعت حق حاصل کریں اور رزق کا دینے والا تو حق تعالیٰ ہے۔ اس لیے اسباب کے بجائے خالقِ اسباب پر بھروسہ کریں۔ حسنِ نیت کے ساتھ ہم تعلیم کے میدان میں آگے بڑھیں گے تو کامیابیاں منزل کا پتہ دیں گی:

ہر اِک منتظر تیری یلغار کا
تری شوخیِ فکر و کردار کا

اعلیٰ حضرت۔ ماہر علوم وفنون

از۔ مولانا برہان الحق جلالی

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمہ کو پچاس سے زیادہ علوم وفنون پر کامل دسترس حاصل تھی، وہ خود اپنے رسالہ ''الاجازۃ الرضویہ'' میں 54 علوم وفنون کا ذکر فرماتے ہیں اور بعض محققین نے ان کا شمار ستر تک بتایا ہے۔ اعلیٰ حضرت کے علوم کی فہرست ملاحظہ کرنے سے قبل قارئین کے علم میں یہ بات ضرور ہونی چاہئے کہ محدث بریلوی علیہ الرحمۃ نے حافظ کتب الحرم شیخ اسماعیل خلیل مکی کو جو عربی میں سند اجازت دی ہے اس میں خود اپنے قلم سے اُن 55 علوم وفنون کا ذکر فرمایا ہے جن میں آپ کو مکمل عبور حاصل تھا۔ محدث بریلوی کے اپنے قلم سے رقم کردہ مندرجہ 55 علوم وفنون کی فہرست نہایت جامع ہے جس میں بعض علوم فی زمانہ متعدد شاخوں وشعبوں میں تقسیم ہوگئے ہیں اوران کی شناخت کیلئے علیحدہ عنوانات ماہرینِ تعلیم مختص کر چکے ہیں۔ معیشت اوراس کے ضمنی علوم تجارت، بینکاری، اقتصادیات اور مالیات کا اعلیٰ حضرت نے شمار نہیں کیا لیکن اسلامیان ہند کی فلاح کیلئے تدابیر بیان کرتے ہوئے مجدد اعظم کی ذات میں ماہر بینک و مالیات اور معلم اقتصادیات بلکہ ہرفن کی جھلک صاف نظر آتی ہے۔ امام احمد رضا علیہ الرحمۃ الرضوان کے بیان کردہ علوم کی ترتیب یوں ہے:

(۱) علم القران (۲) حدیث (۳) اصول حدیث (۴) فقہ حنفی (۵) کتب فقہ جملہ مذاہب (۶) اصولِ فقہ (۷) جدل مہذب (۸) علم تفسیر (۹) عقائد وکلام (۱۰) نحو (۱۱) صرف (۱۲) معانی (۱۳) بیان (۱۴) بدیع (۱۵) مناظرہ (۱۶) فلسفہ (۱۷) تکسیر (۱۸) ھئیات (۱۹) حساب (۲۰) ہندسہ (۲۱) قرأت (۲۲) تجوید (۲۳) تصوف (۲۴) سلوک (۲۵) اخلاق (۲۶) اسماء الرجال (۲۷) سیر (۲۸) تاریخ (۲۹) لغت (۳۰) ادب معہ جملہ فنون (۳۱) ارثماطیقی (۳۲) جبر و مقابلہ (۳۳) حساب سینی (۳۴) لوگارثمات (۳۵) توقیت (۳۶) مناظرہ مرایا (۳۷) علم الاکر (۳۸) زیجات (۳۹) مثلث کروی (۴۰) مثلث سطح (۴۱) ہیاۃ جدیدہ (۴۲) مربعات (۴۳) جفر (۴۴) زائرچہ (۴۵) نظم عربی (۴۶) نظم فارسی (۴۷) نظم ہندی (۴۸) نثر عربی (۴۹) نثر فارسی (۵۰) نثر ہندی (۵۱) خط نسخ (۵۲) نستعلیق (۵۳) تلاوت مع تجوید (۵۴) علم الفرائض (۵۵) منطق۔ (الاجازۃ الرضویہ)

آپ 1296ھ مطابق 1878ء کو والد بزرگوار کے ہمراہ زیارت حرمین شریفین اورحج بیت اللہ شریف گئے۔ جہاں جلیل القدر علمائے کرام مفتی حنفیہ حضرت علامہ عبدالرحمٰن سراج اور مفتی شافعیہ حضرت سید احمد دحلان وغیرہ سے فقہ وتفسیر اور اصولِ فقہ پر اسناد حاصل کیں۔

سلسلہ ارادت وطریقت: ۱۲۹۴ھ/ ۱۸۷۷ء کو بغرض بیعت اپنے والد محترم کے ہمراہ کا شانۂ مرشد خاتم الاکابر حضرت سیدنا آلِ

رسول مارہروی (علیہ الرحمۃ والرضوان، م ۱۸۷۸ء) کی خدمت میں حاضر ہوئے جہاں آپ کو سلسلہ قادریہ میں بیعت سے مشرف فرما کر اجازت وخلافت سے بھی نوازا گیا۔ اعلیٰ حضرت نے اپنے دیوان میں مرشد کی شان میں ایک منقبت بھی لکھی جس کا مطلع یہ ہے:

خو شا دلے کہ دہند ولائے آلِ رسول

خوشا مردے کہ کنندش فدائے آلِ رسول

آپ کو مندرجہ ذیل سلاسل میں اجازت تھی۔ سلسلہ قادریہ برکاتیہ جدیدہ، سلسلہ قادریہ آبائیہ قدیمہ، سلسلہ قادریہ الھدیہ، سلسلہ قادریہ رزاقیہ، سلسلہ قادریہ منوریہ، سلسلہ چشتیہ محبوبیہ واحدیہ، سلسلہ چشتیہ نظامیہ قدیمہ، سلسلہ سہروردیہ واحدیہ، سلسلہ سہروردیہ فضلیہ، سلسلہ علویہ منامیہ، سلسلہ بدیعیہ، سلسلہ نقشبندیہ علائیہ صدیقیہ، سلسلہ نقشبندیہ علائیہ علویہ۔ ان سلاسل میں اجازت کے علاوہ اربعہ مصافحات کی بھی سند ملی۔

دوسری بار آپ زیارت حرمین طیبین کے لیے اواخر ذیقعدہ ۱۳۲۳ھ میں حجاز مقدس تشریف لے گئے اور پھر آپ نے ارکان حج سے فارغ ہونے اور قیام مکہ مکرمہ کے بعد ربیع الاوّل ۱۳۲۴ھ بمطابق اپریل ۱۹۰۶ء کو بارگاہِ رسالت میں حاضری دی۔ ایک ماہ تک مدینہ طیبہ میں قیام رہا۔ اسی دوران بڑے بڑے علماء آپ کے علمی کمالات اور دینی خدمات کو دیکھ کر آپ کے نورانی ہاتھوں پر مرید ہوئے اور آپ کو استاد و پیشوا مان لیا۔ اس سفر مبارک میں جو تین اہم کارنامے منظر عام پر آئے وہ یہ ہیں:

(۱) بحالت بیداری آقا علیہ الصلوۃ والسلام کی زیارت ہوئی۔

(۲) ۲۵ ذی الحجہ کو آپ نے علمائے نجد کی طرف سے آقا ﷺ کے علم غیب کے متعلق پانچ سوالات کے جواب میں شدت بخار کے باوجود بغیر کسی کتاب کو دیکھے صرف ۸ گھنٹوں میں عربی زبان کے اندر ایک کتاب موسوم بہ " الدولہ المکیہ بالمادة الغیبیہ" لکھی۔ جس پر علمائے عرب نے نہ صرف داد سے نوازا بلکہ شریف مکہ نے وہ کتاب سطر بہ سطر اور لفظ بہ لفظ سماعت کی۔

(۳) آپ کو علمائے عرب نے ''مجدد مأة حاضرة'' کے لقب سے نوازا۔

علوم وفنون میں مہارت: ایک سو پانچ علوم پر آپ کو مہارت تھی۔ سید ریاست علی قادری صاحب نے اپنے مقالہ ''امام احمد رضا کی جدید علوم وفنون پر دسترس'' میں جدید تحقیق ومطالعہ کی روشنی میں ثابت کیا ہے کہ اعلیٰ حضرت کو ۱۰۵ علوم وفنون پر دسترس ومہارت تامہ وکاملہ حاصل تھی۔

علمی آثار: حضرت امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ ایک کثیر التصانیف بزرگ تھے۔ آپ کی ایک ہزار سے بھی زائد تصانیف ہیں۔ عربی، فارسی، اردو، ہندی زبان میں مختلف فنون پر آپ کی ۵۵۰ سے زائد کتب کے نام منظر پر آچکے ہیں۔ ان میں چند مندرجہ ذیل ہیں:

العطایا النبویه فی الفتاوی الرضویه: یوں تو آپ نے ۱۲۸۶ھ سے ۱۳۴۰ھ تک ہزاروں فتاوی جات لکھے۔ لیکن سب کو نقل نہ کیا جاسکا۔ جو نقل کر لئے گئے تھے ان کے مجموعہ کا نام " **العطایا النبویه فی الفتاوی الرضویه**'' رکھا گیا۔ ''فتاوٰی رضویہ'' جدید کی ۳۳ جلدیں ہیں جن کے کل صفحات ۲۲۰۰۰ سے زیادہ کل سوالات مع جوابات ۶۸۴۷ اور کل رسائل ۲۰۶ ہیں۔ ہر فتوے

میں دلائل کا سمندر موجزن ہے۔قرآن وحدیث، فقہ، منطق اور علم کلام سے مزین ہے۔

امام احمد رضا کا سینہ علوم ومعارف کا خزینہ اور دماغ فکر وشعور کا گنجینہ تھا، اپنے بیگانے سب ہی معترف ہیں کہ شخصی جامعیت، اعلیٰ اخلاق و کردار، قدیم وجدید علوم وفنون میں مہارت، تصانیف کی کثرت، فقہی بصیرت، احیاے سنت کی تڑپ، قوانین شریعت کی محافظت، زہد و عبادت اور روحانیت کے علاوہ سب سے بڑھ کر قیمتی متاع وسرمایہ عشق ختمی مرتبت (علیہ الصلوٰۃ والتسلیم) میں ان کے معاصرین میں ان کا کوئی ہم پلہ نہ تھا اور غالباًنہیں، بلکہ یقیناً۔اور بعد میں آج تک سطور بالا صفات میں عالم اسلام میں امام احمد رضا کا ہمسر کوئی پیدا نہیں ہوا۔آپ کی اسی انفرادیت کے بارے میں سید ریاست علی قادری علیہ الرحمۃ کہتے ہیں:

امام احمد رضا کی شخصیت میں بیک وقت کئی سائنس داں گم تھے، ایک طرف ان میں ابن الہیثم جیسی فکری بصارت اور علمی روشنی تھی تو دوسری طرف جابر بن حیان جیسی صلاحیت، الخوارزمی اور یعقوب الکندی جیسی کہنہ مشقی تھی۔جہاں ایک طرف الطبری، رازی اور بوعلی سینا جیسی دانشمندی، فارابی، البیرونی، عمر بن خیام، امام غزالی اور ابن رُشد جیسی خداداد ذہانت تھی تو دوسری طرف امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کے فیض سے فقیہانہ وسیع النظری اور غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ سے روحانی وابستگی اور لگاؤ کے تحت عالی ظرفی، امام احمد رضا کا ہر رخ ایک مستقل علم وفن کا منبع تھا۔ان کی ذہانت میں کتنے ہی علم وعالم گم تھے۔

(معارف رضا جلد ششم صفحہ نمبر 124)

زمانہ طالب علمی میں ایک مرتبہ امام احمد رضا رحمہ اللہ کو جیومیٹری کی گتھیاں سلجھاتے ہوئے دیکھ کر والد گرامی حضرت مولانا نقی علی خان رحمہ اللہ نے فرمایا: ''بیٹا! یہ تمام علوم تو ذیلی وضمنی ہیں تم علوم دینیہ کی طرف متوجہ رہو، بارگاہِ رسالت سے یہ علوم تمہیں خود عطا کردیے جائیں گے''۔پھر واقعی دنیا نے دیکھا کہ کسی کالج ویونیورسٹی اور کسی سائنسی علوم میں ماہر کی شاگردی کے بغیر تمام سائنسی علوم عقلیہ ونقلیہ حاصل ہوئے اور ایسے مشاق ہوگئے کہ تحقیق وریسرچ کے مطابق صرف سائنسی علوم میں آپ کی کتابوں کی تعداد ۱۵۰ر کے قریب پہنچتی ہے۔

(امام احمد رضا اور سائنس از: پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری، کراچی)

کمال حافظہ: جنابِ سیّد ایوّب علی صاحِب رَحْمَۃُ اللہِ تعالیٰ علیہ کا بیان ہے کہ ایک روز اعلیٰ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ بعض ناواقِف حَضرات میرے نام کے آگے حافِظ لکھ دیا کرتے ہیں حالانکہ میں اِس لقب کا اَہل نہیں ہوں۔ سیّد ایوّب علی صاحِبِ رَحْمَۃُ اللہِ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللہِ تعالیٰ علیہ نے اِسی روز سے دَور شُروع کردیا جس کا وَقت غالِباً عشا کا وُضو فرمانے کے بعد سے جماعت قائم ہونے تک مخصوص تھا۔روزانہ ایک پارہ یاد فرمالیا کرتے تھے یہاں تک کہ تیسویں روز تیسواں پارہ یاد فرمالیا۔

ایک موقع پر فرمایا کہ میں نے کلامِ پاک بِالتَّرتیب بکوشش یاد کرلیا اور یہ اس لیے کہ ان بندگانِ خُدا کا (جو میرے نام کے آگے حافِظ لکھ دیا کرتے ہیں) کہنا غلَط ثابِت نہ ہو۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت ج ۱ ص ۸۰۲)

حضرتِ ابو حامِد سیّد محمد محدِّث کچھوچھوی فرماتے ہیں کہ

جب دارُالاِ فتا میں کام کرنے کے سلسلے میں میرا بریلی شریف میں قیام تھا تو رات دن ایسے واقعات سامنے آتے تھے کہ اعلیٰ حضرت کی حاضر جوابی سے لوگ حیران ہوجاتے۔ان حاضر جوابیوں میں حیرت میں ڈال دینے والے واقعات وہ علمی حاضر جوابی تھی جس کی مثال سُنی بھی نہیں گئی۔مَثَلًا اِستِفتا (سُوال) آیا دارُالاِ فتا میں کام کرنے والوں نے پڑھا اور ایسا معلوم ہوا کہ نئی قسم کا حادِثہ دریافت کیا گیا (یعنی نئے قسم کا مُعامَلہ پیش آیا ہے) اور جواب جز ئیہ کی شکل میں نہ مل سکے گا۔فُقَہائے کرام کے اُصولِ عامّہ سے اِستِنباط کرنا پڑے گا۔ (یعنی فُقَہائے کرام کے بتائے ہوئے اُصولوں سے مسئلہ نکالنا پڑے گا) اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے عَرض کیا: عجب نئے نئے قسم کے سُوالات آرہے ہیں۔اب ہم لوگ کیا طریقہ اختیار کریں؟ فرمایا: یہ تو بڑا پُرانا سُوال ہے۔ابنِ ہُمام نے ''فَتْحُ القدیر'' کے فُلاں صَفْحے میں ابنِ عابِدین نے ''رَدُّ الْمُحتار'' کی فُلاں جلد اور فُلاں صَفْحہ پر (لکھا ہے) ''فتاوٰی ہندیہ'' میں ''خَیریہ'' میں یہ عبارت صاف صاف موجود ہے۔اب جو کتابوں کو کھولا تو صَفْحہ ،سَطر اور بتائی گئی عبارت میں ایک نُقطے کا فَرق نہیں۔اس خداداد فضل وکمال نے عُلَما کو ہمیشہ حیرت میں رکھا۔ (حیاتِ اعلیٰ حضرت ج۱ ص۲۱۰)

امام احمد رضا خان بحثیت مترجم قرآن پاک:

امام احمد رضا خاں بریلوی رحمہ اللہ کے ترجمہ قرآن (1330ھ) سے قبل کئی تراجم عوام میں متعارف ہو چکے تھے جن کی تعداد 25،30 سے کم نہ تھی۔ضرورت اس امر کی تھی کہ اہلِ سنت و جماعت کے قدیمی عقائد اور نظریات رکھنے والا کوئی اہل اور مستند عالم قرآن کے ترجمہ کی خدمت سرانجام دے تا کہ دنیا کے تمام مسلمانوں کے عقائد کو محفوظ اور مضبوط کیا جا سکے۔

آپ نے اپنے خلفاء کے کافی اصرار پر قرآن کے ترجمہ کا وعدہ فرمالیا اور کافی تصنیفی مشغولیات کے باعث آپ نے اپنے ایک خلیفہ حضرت مولانا مفتی امجد علی اعظمی (م1368ھ/ 1948ء) سے گذارش کی کہ آپ میرے پاس کاغذ وقلم لے کرآ جایا کریں، جب جب وقت ملے گا وہ قرآن کریم کا اردو ترجمہ لکھوادیں گے چنانچہ اس عظیم کام کی ابتداء جمادی الاول 1329ھ میں ہوئی اور چند نشستوں میں وقفے وقفے سے یہ کام ہوتا رہا۔مخطوطہ کے آخر میں جو تاریخ درج ہے وہ شب 28 جمادی الآخر 1330ھ ہے جہاں امام احمد رضا خاں کے دستخط بھی ہیں۔اس طرح 13 ماہ میں چند نشستوں میں یہ کام مکمل ہوا۔سارا مخطوطہ علامہ مولانا امجد علی اعظمی رحمہ اللہ کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے جس کے آخر میں امام احمد رضا رحمہ اللہ کے دستخط موجود ہیں۔اس مخطوطہ کی فوٹو کاپی ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی کے کتب خانے میں محفوظ ہے۔یہ ترجمۂ قرآن کیونکہ 1330ھ میں مکمل ہوا لہٰذا علمِ الاعداد کی بنیاد پر امام احمد رضا نے مندرجہ ذیل نام تجویز کیا:

"کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن"

یہ ترجمہ قرآن مولانا احمد رضا کی حیات ہی میں شائع ہو گیا تھا۔اس کے بعد مراد آباد سے یہ ترجمۂ قرآن مولانا نعیم الدین مراد آبادی (م1367ھ/ 1948ء) کے حاشیہ ''خزائن العرفان'' کے ساتھ شائع ہوا اور مسلسل 100 سال سے شائع ہو رہا ہے۔مولانا نعیم الدین مراد آبادی کے علاوہ کئی تفسیری حاشیہ اور تفاسیر اس ترجمہ کے ساتھ شائع ہو رہی ہیں۔مثلاً

1۔امدادالدیان فی تفسیر القرآن
مولانا حشمت علی خاں قادری پیلی بھیتی (م 1380ھ)
2۔احسن البیان لتفسیر القرآن
مولانا عبدالمصطفیٰ الازہری، کراچی (م 1989ء)
3۔نورالعرفان فی حاشیۃ القرآن
مولانا مفتی احمد یار خاں نعیمی، گجرات (م 1391ھ/ 1971ء)
4۔تفسیر الحسنات
مولانا ابوالحسنات سید محمد احمد قادری، لاہور (م 1980ء)
5۔خلاصۃ التفاسیر
مولانا مفتی خلیل احمد میاں برکاتی، حیدرآباد، سندھ (م 1984ء)
6۔فیوض الرحمٰن ترجمہ روح البیان
مترجم اردو: مولانا محمد فیض احمد اویسی

امام احمد رضا محدثِ بریلوی کے ترجمۂ قرآن پر سینکڑوں اہلِ قلم کی مثبت رائے موجود ہیں۔

امام احمد رضا خان بطور محدث: امام احمد رضا قدس سرہ کا علم حدیث میں مقام ومرتبہ کیا تھا اسکی جھلک قارئین ملاحظہ کریں ورنہ تفصیل کے لئے بہت وقت درکار ہے۔اس مختصر میں مجھے اس بات کا ثبوت فراہم کرنا ہے کہ بلا شبہ آپ علم حدیث میں ہر حیثیت سے اپنی مثال آپ ہیں۔

حافظ بخاری حضرت علامہ شاہ وصی احمد محدث سورتی علیہ الرحمہ سے محدث اعظم کچھوچھوی نے معلوم کیا کہ حدیث میں امام احمد رضا کا کیا مرتبہ ہے؟ فرمایا:

وہ اس وقت امیرالمومنین فی الحدیث ہیں، پھر فرمایا: صاحبزادے! اسکا مطلب سمجھا؟ یعنی اگر اس فن میں عمر بھر ان کی شاگردی اختیار کروں تو بھی ان کے مرتبے کو نہ پہنچ سکوں، آپ نے کہا: سچ ہے۔

خود محدث اعظم کچھوچھوی فرماتے ہیں:
علم الحدیث کا اندازہ اس سے کیجئے کہ جتنی حدیثیں فقہ حنفی کی ماخذ ہیں ہر وقت پیش نظر، اور جن حدیثوں سے فقہ حنفی پر بظاہر زد پڑتی ہے، اسکی روایت ودرایت کی خامیاں ہر وقت از بر۔علم حدیث میں سب سے نازک شعبہ علم اسماء الرجال کا ہے۔اعلی حضرت کے سامنے کوئی سند پڑھی جاتی اور راویوں کے بارے میں دریافت کیا جاتا تو ہر راوی کی جرح وتعدیل کے جو الفاظ فرما دیتے، اٹھا کر دیکھا جاتا تو تقریب وتہذیب اور تذہیب میں وہی لفظ مل جاتا، اسکو کہتے ہیں علم راسخ اور علم سے شغف کامل اور علمی مطالعہ کی وسعت۔

۱۳۳۰ھ میں مدرسۃ الحدیث پیلی بھیت کے تاسیسی جلسہ میں علمائے سہارنپور، لاہور، کانپور، جونپور، رامپور، بدایوں کی موجودگی میں حضرت محدث سورتی کی خواہش پر حضرت فاضل بریلوی نے علم حدیث پر متواتر تین گھنٹوں تک پر مغز اور مدلل کلام فرمایا۔جلسہ میں موجود سارے علمائے کرام نے حیرت واستعجاب کے ساتھ سنا اور کافی تحسین کی۔مولانا خلیل الرحمٰن بن مولانا احمد علی محدث سہارنپوری نے تقریر ختم ہونے پر بے ساختہ اٹھ کر حضرت فاضل بریلوی کی دست بوسی کی اور فرمایا کہ اگر اس وقت والد ماجد ہوتے تو وہ علم حدیث میں آپ کے تبحر علمی کی دل کھول کر داد دیتے اور انہی کو اس کا حق بھی تھا۔محدث سورتی اور مولانا محمد علی مونگیری (بانی ندوۃ العلماء لکھنؤ) نے بھی اسکی پرزور تائید کی۔

حضرت مولانا یسین اختر صاحب مصباحی لکھتے ہیں:
محض اپنے حافظے کی قوت سے احادث کا اتنا ذخیرہ جمع کر لینا۔بس آپ کے لئے انعام الٰہی تھا۔جس کے لئے زبان ودل دونوں بیک وقت پکار اٹھتے ہیں ذلك فضل الله يوتيه من يشآء۔
ایک سوال کے جواب میں سجدہ تعظیمی کی حرمت ثابت کرنے کیلئے''الزبدة الزكية لتحريم سجود التحية ''(۱۳۳۷ھ) کے نام سے ایک وقیع کتاب آپ نے لکھی جس میں آپ کے تبحر علمی کا جوہر اتنا نمایاں ہے کہ مولوی ابوالحسن علی ندوی کو بھی اعتراف کرنا پڑا۔وهی رسالة جامعة تدل علی غزارة علمه وقوة استدلالـه ۔ یہ ایک جامع رسالہ ہے جو ان کے وفور علم اور قوت استدلال کی دلیل ہے۔مزید لکھتے ہیں:
متعدد آیات کریمہ اور ڈیڑھ سو نصوص فقہیہ کے علاوہ آپ نے اس کی تحریم کے ثبوت میں چالیس احادیث بھی پیش کی ہیں:
محدث بریلوی قدس سرہ کا علم حدیث میں مطالعہ بہت وسیع تھا۔آپ نے جن کتب کا بطور حوالہ تذکرہ فرمایا ہے وہ کتب بھی کوئی معمولی ضخامت کی حامل نہیں بلکہ بعض کتب دس، بیس، اور پچیس جلدوں پر بھی مشتمل ہیں: مثلا
☆ السنن الكبرى للبيهقی۔دس جلدیں
☆ المعجم كبير للطبرانی۔۲۵؍جلدیں
اس عظیم ذخیرۂ حدیث کا استقصاء واحاطہ اور پھر استحضار یہ سب آپ ہی کا حصہ تھا۔متعدد مقامات پر ایک وقت میں ایک حدیث کے حوالے میں دس، بیس اور پچیس پچیس کتابوں کا تذکرہ اس بات کی غمازی کر رہا ہے کہ بیک وقت آپ کے پیش نظر وہ تمام کتابیں رہتی تھیں بلکہ گویا ان سب کو حفظ کر لیا گیا تھا۔

امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ العزیز سے کسی مسئلہ میں سوال ہوا تو آپ نے قرآن کریم سے استدلال کے بعد احادیث سے استدلال فرمایا اور موضوع سے متعلق احادیث کا وافر ذخیرہ جمع کر دیا۔ مثلا ایک بار سوال لایا گیا کہ ایک شخص نے حضور سید المرسلین ﷺ کے افضل المرسلین ہونے کا انکار کیا ہے اور کہتے ہیں قرآن وحدیث سے دلیل لاؤ۔اس کے جواب میں اعلی حضرت فرماتے ہیں:
حضور پر نور سید المرسلین ﷺ کا افضل المرسلین سید الاولین والآخرین ہونا قطعی ایمانی یقینی ایقانی مسئلہ ہے جس میں خلاف نہ کریگا۔
پھر ایک مبسوط کتاب ''تجلی الیقین'' کے نام سے تحریر فرمائی اور ایک سو احادیث سے اس مسئلہ کو واضح فرما کر تحقیق انیق کے دریا بہا دیے۔
جمعہ کے دن اذان ثانی کے موضوع پر امام احمد رضا محدث بریلوی نے ایک کتاب ''شمائم العنبر'' نامی عربی زبان میں تحریر فرمائی جس میں ۴۵؍احادیث سے کتاب کو مزین فرمایا۔
درحقیقت امام احمد رضا کی تصانیف احادیث کریمہ کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ہیں ۔امام احمد رضا محدث بریلوی جب کوئی حدیث نقل فرماتے ہیں تو ان کی نظر اتنی وسیع وعمیق ہوتی ہے کہ بسا اوقات وہ کسی ایک کتاب پر اکتفاء نہیں کرتے بلکہ پانچ، دس اور بیس بیس کتابوں کے حوالے دیتے جاتے ہیں۔ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تمام کتابیں اس موضوع پر ان کے سامنے کھلی رکھی ہیں آپ کے فن حدیث میں کارہائے نمایاں بہت شاندار بلکہ سنہری قلم سے لکھنے کے قابل ہیں۔ اعلی حضرت نے جرح وتعدیل اور تحقیق وتنقیح کا عظیم کارہائے نمایاں سرانجام دیے ہیں۔آپ مختلف روایات میں تطبیق کرنے میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔

سرزمین نیپال پر مذہبی ومسلکی سرگرمیاں۔ایک جائزہ

دوسری قسط

از۔مفتی محمد سلیم بریلوی، استاذ جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف

مرکز کا وفد کرشنا نگر روانہ: 15 مارچ 2021 بروز پیر مرکز اہل سنت بریلی شریف کا وفد تقریباً دوپہر 3 بجے نیپال گنج نیپال سے رخصت ہوا۔وفد کو چونکہ کرشنانگر ضلع کپل وستو جانا تھا۔نیپال کے اندر سے جانا مشکل تھا۔وفد کی گاڑی بھی روپیڈیہا نیپال بارڈر پر کھڑی تھی تو فیصلہ ہوا کہ گاڑی روپیڈیہ سے لے کر'' نان پارہ'' ''بہرائچ''،''بلرامپور'' ہوکر بڑھنی بارڈر کے راستہ کرشنانگر نیپال جایا جائے۔چنانچہ تقریباً 200 کلومیٹر کا سفر طے کرکے یہ وفد عشاء کے وقت پچپڑ واضلع بلرامپور پہنچا۔

پچپڑ واضلع بلرامپور میں یہاں کا قدیمی ادارہ ''دارالعلوم اہلسنت فضل رحمانیہ'' ہے۔شارح بخاری حضرت مفتی شریف الحق صاحب امجدی علیہ الرحمہ یہاں تدریسی خدمات انجام دے چکے ہیں۔سرکار مفتی اعظم ھند علیہ الرحمۃ والرضوان یہاں تشریف لاچکے ہیں۔اس وقت اس ادارہ کے پرنسپل راقم (محمد سلیم بریلوی) کے گہرے دوست حضرت علامہ نورالحسن خاں نعیمی ازہری صاحب قبلہ ہیں۔موصوف ایک نوجوان و باصلاحیت عالم دین ہیں۔سرکار اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان کے کئی رسائل کا آپ نے عربی میں ترجمہ کیاہے۔خوب سیرت اورخوبصورت ہیں۔

موصوف کو جب مرکز اہلسنت کے وفد کی آمد کے بارے میں معلوم ہوا تو انھوں نے شہر بلرامپور ہی سے وفد کا پُرتپاک خیر مقدم کرکے اپنے ساتھ اس وفد کو''دارالعلوم اہلسنت فضل رحمانیہ''میں لے آئے۔

نماز عشاء وقت ہوچکا تھا اس لیے فوری طور پر عشاء کی نماز ادارے کی سنی بریلوی مسجد کے نام سے موسوم مسجد میں ادا کی۔یہاں راقم کے سینئر ساتھی اور باصلاحیت عالم دین حضرت مولانا زین العابدین مصباحی صاحب،مولانا مسعود صاحب اور قاری عبد القدیر امجدی صاحبان کے ساتھ دیگر اساتذہ وطلبہ سے بھی ملاقات ہوئی۔وفد کے دورے کے اغراض و مقاصد سن کر سبھی حضرات نے صاحب سجادہ حضرت سبحانی میاں صاحب قبلہ مدظلہ العالی کے اس اقدام کی بے پناہ ستائش وتعریف کی۔نماز سے فارغ ہوکر ہم سب لوگوں نے مل کر پُر تکلف عشائیہ تناول کیا جس کا انتظام رفیق گرامی حضرت مولانا نور الحسن خاں نعیمی ازہری صاحب نے کیا تھا۔یہ عشائیہ فقیر کے تئیں مولانا موصوف کی بے لوث محبت کا جیتا جاگتا ثبوت تھا۔کھانے سے فارغ ہونے کے بعد حضرت مولانا نورالحسن صاحب نے ہمارے ایک اور قدیمی دوست حضرت مولانا حماد رضا خاں نعیمی صاحب کو بھی بلالیا۔مولانا حماد صاحب کے والد گرامی حضرت مولانا حیدر خاں نعیمی صاحب جو ایک معروف اور باصلاحیت عالم دین ہیں ان کا چند مہینوں پہلے ہی انتقال ہوا ہے۔دونوں دوست اپنی گاڑی کے ساتھ اپنی معیت میں ہمیں بڑھنی بارڈر لے گئے۔رات کے ساڑھے گیارہ بج چکے تھے۔اب ہم بھارت کے سرحدی شہر بڑھنی میں واقع

''دارالعلوم اہل سنت اشاعت العلوم'' کی فلک بوس اور خوبصورت عمارت میں داخل ہوئے۔اس ادارے کے مرکزی دروازے پر ''بیادگار رسیدی سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ'' جلی حروف میں لکھا ہوا ہے۔اس وقت یہاں کے پرنسپل ہمارے ایک سینئر ساتھی حضرت مولانا صوفی داؤد صاحب مصباحی ہیں۔موصوف ایک باصلاحیت عالم دین ہونے کے ساتھ نہایت سادہ لوح، خوش اخلاق اور نیک و پارسا ہیں۔اس ادارے میں اپنی گاڑی کھڑی کر کے ہم لوگ انڈیا نیپال کے بارڈر پر پہنچے اور تقریباً ۱۲ر بجے رات میں ہم نے بارڈر پار کر کے نیپال کے کرشنانگر ضلع کپل وستو کی سرزمین پر قدم رکھا جہاں ''جامعہ برکاتیہ للبنات'' کرشنانگر کے بانی و مہتمم رفیق گرامی حضرت مولانا مشتاق احمد برکاتی صاحب، نوجوان قلمکار اور متحرک و فعال عالم دین حضرت مولانا محمد ساجد رضا رضوی صاحب، جناب حیدر بھائی، اتحاد نیپال کے صدر اور کرشنانگر کے متحرک و فعال سماجی کارکن عالیجناب کفایت اللہ خاں صاحب اور بھائی نصر اللہ صاحبان نے وفد کا خیر مقدم کیا۔جناب کفایت اللہ بھائی صاحب کی گاڑی میں ہم لوگ ''جامعہ برکاتیہ للبنات پہنچے، پُرتکلف ناشتہ سے جناب مولانا مشتاق احمد صاحب برکاتی نے شاد کام کرایا۔رات دو بجے تک مذہبی و مسلکی امور پر بات چیت ہوتی رہی۔واضح رہے کہ کپل وستو ضلع کے اس شہر کرشنانگر میں انٹری انڈیا کے یوپی کے ضلع بلرامپور کے شہر بڑھنی badhni بارڈر سے ہوئی تھی۔یہ بارڈر عجب طرح کا ہے۔ایک طرف انڈیا کا شہر بڑھنی ہے تو دوسری طرف نیپال کا شہر کرشنانگر ہے۔دونوں شہروں کی آبادی کے درمیان صرف دس بارہ قدم کا فاصلہ ہے۔

انڈیا و نیپال کے اسی بارڈر پر کرشنانگر میں وہابیوں کا بہت معروف ''مدرسہ سراج العلوم'' ہے۔یہ معروف وہابی عالم عبد الرؤف جھنڈا نگری نے قائم کیا تھا۔نیپال کے اس سرحدی خطہ میں میں وہابیت کی بدبو پھیلانے، کٹر پنتھی اور متشدد گروپس پیدا کرنے میں وہابیوں کے اس مدرسہ کا اہم رول ہے۔اس وہابی ادارے کے انڈر میں لڑکیوں کے دو اور ادارے ''جامعہ عائشہ'' اور ''جامعہ خدیجہ'' بھی چل رہے ہیں۔''الہلال'' نامی ایک مانٹیسری اسکول بھی چل رہا ہے۔

کرشنانگر کے اداروں کا دورہ: مؤرخہ 16 مارچ کو فجر کی نماز پڑھنے کے بعد کرشنانگر کا ایک طوفانی دورہ شروع ہوا۔سب سے پہلے کرشنانگر کے وارڈ نمبر 2 میں واقع گاؤں لکچھمی نگر یہ وفد پہونچا۔یہاں خلیفۂ اعلیٰ حضرت، صدر الافاضل حضرت علامہ مفتی نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ کے مایۂ ناز خلیفہ، سلطان المناظرین حضرت علامہ الحاج الشاہ مفتی عتیق الرحمٰن خاں نعیمی علیہ الرحمہ کا مزار مبارک ہے۔یہ مزار مبارک آپ کے قائم کردہ ادارے ''دارالعلوم فیض مصطفیٰ عتیقیہ'' کے احاطے میں واقع ہے۔

حضرت سلطان المناظرین کی جائے پیدائش نیپال ضلع کپل وستو کی جنوبی سرحد سے تین کلومیٹر جنوب میں واقع موضع ''اکڑہرا'' تھانہ ''ڈھبربا''، ضلع بستی یو پی ہے۔آپ کی پیدائش ۱۳۰۹ھ میں ہوئی تھی۔آپ کی ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں ہی میں ہوئی پھر آپ اعلیٰ تعلیم کے لیے ''مدرسہ رحمانیہ'' مدن پورہ بنارس تشریف لے گئے۔یہاں سے ''مدرسہ احسن المدارس'' کانپور پہونچے جہاں آپ نے حضرت علامہ احمد حسن صاحب کانپوری (معاصر و دوست

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمہ) کے شہزادے جامع معقول و منقول حضرت علامہ مشتاق احمد کانپوری علیہ الرحمہ سے نہایت لگن کے ساتھ تحصیل علم کیا۔یہیں سے آپ اپنے استاذ علامہ کانپوری کے ساتھ ''شمس العلوم'' بدایوں تشریف لے آئے۔یہیں سے پھر آپ اپنے استاذ علامہ مشتاق کانپوری علیہ الرحمہ کے ساتھ ''جامعہ نعیمیہ'' مرادآباد تشریف لے آئے۔تقریباً تین سال آپ نے ''مدرسہ اسلامیہ'' اندرکوٹ میرٹھ میں بھی تعلیم حاصل کی۔وجہ اس کی یہ تھی کہ آپ کے استاذ حضرت علامہ مشتاق احمد کانپوری نے اس ادارے میں بھی تدریسی خدمات انجام دیں تھیں۔اسی ادارے میں سن ۱۳۲۸ھ میں آپ کو حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمہ اور دیگر علماء و مشائخ کے ہاتھوں جبہ و دستار سے نوازا گیا۔

آپ نے ضلع بلرامپور، گونڈہ، سدھارتھ نگر وغیرہ میں دینی و مذہبی خدمات انجام دینے کے ساتھ نیپال کے اس سرحدی خطے میں بھی ناقابل فراموش خدمات انجام دی ہیں۔بیشمار مدارس و مساجد کا قیام آپ کے ہاتھوں عمل میں آیا۔وہابیت کے مذموم سیلاب کے سامنے آپ ایک بندھ کی طرح ڈٹ کر کھڑے ہوئے گئے تھے۔ وہابیت وسلفیت اور دیوبندیت و مودودیت کے فتنے اور ان کی کٹر پنتھ فکر سے انڈیا و نیپال کے سرحدی علاقے محفوظ کرنے میں سلطان المناظرین علامہ عتیق الرحمٰن علیہ الرحمہ کا نہایت اہم رول ہے۔آپ نے وہابیت خاص کر وہابی عالم عبدالرؤف جھنڈانگری سے کئی مناظرے کیے۔اس طرح آپ نے یہاں کے لوگوں کی سنیت کو محفوظ فرما دیا۔بہرحال ہم لوگوں نے حضرت مولانا مشتاق برکاتی صاحب کے ساتھ سب سے پہلے مزار مبارک پر حاضری دی۔فاتحہ پڑھی۔اتنی دیر میں ''مدرسہ فیض مصطفیٰ'' کے اسٹاف اور طلبہ نے وفد کے استقبال کی تیاری کرلی خیر مقدم کیا۔قاری مولانا حشمت صاحب، مرزا راشد بیگ، مولانا عبد الحفیظ اور جناب مطیع اللہ صاحب وغیرہ کے ساتھ میٹنگ ہوئی۔حضرت سبحانی میاں صاحب قبلہ کا سب نے شکریہ ادا کیا۔8 بجے تک وہاں سے فارغ ہوکر مولانا ساجد صاحب رضوی کے قائم کردہ ''امام احمد رضا مشن پبلک اسکول'' کرشنانگر پہونچے۔یہاں ٹیچرس اور طلبہ نے پرتپاک استقبال کیا۔ مولانا ساجد صاحب رضوی ایک متحرک و فعال نوجوان عالم دین ہیں، مسلک و مرکز کے وفادار ہیں، اچھے مضمون نگار ہیں، مسلک اعلیٰ حضرت کے فروغ میں ہمہ دم کوشاں رہتے ہیں۔انہوں نے یہاں ایک میٹنگ کا بھی انعقاد کیا تھا۔اس میٹنگ میں مرکز و مسلک کے فروغ سے متعلق نہایت اہم باتیں ہوئیں۔وہابیت کے مرکز ''مدرسہ سراج العلوم'' کی پھیلائی جارہی بدعقیدگی کی روک تھام سے متعلق منصوبہ بندی کی گئی۔حضرت علامہ سید محمد احتشام الدین صاحب بھی یہاں تشریف لائے تھے۔اس علاقہ میں سید صاحب کی بہت خدمات ہیں۔بہت خلیق شخصیت کے مالک ہیں۔مولانا مشتاق برکاتی صاحب کے علاوہ مولانا داؤد صاحب پرنسپل ''اشاعت الاسلام'' بڑھنی بھی شریک مجلس تھے۔

اس کے بعد کرشنانگر کے قدیمی دینی ادارے ''جامعہ اسلامیہ نعیمیہ'' یہ وفد پہونچا۔یہاں کے مین گیٹ پر جلی طور پر مسلک اعلیٰحضرت لکھا ہوا ہے۔ادارے میں ایک مسجد بھی ہے۔اس مسجد پر بھی ''مسلک اعلیٰ حضرت کی پاسبان مسجد'' لکھا ہوا ہے۔

یہاں کئی درجن علماء اور عوامی افراد موجود تھے۔گل پوشی

کے ساتھ شال اوڑھا کر مدرسے کی کمیٹی نے وفد کا خیر مقدم کیا۔

حضرت مولانا عقیل صاحب نعیمی ایک بزرگ، باصلاحیت اور بلند اخلاق کے حامل عالم دین ہیں جو اس وقت یہاں کے پرنسپل ہیں۔

لمبنی پردیش نمبر 5 کے قاضی اور ملک نیپال کے نائب قاضی، بزرگ عالم دین، حضرت سلطان المناظرین کے چہیتے شاگرد، جامع مسجد پورٹ لوئس موریشس افریقہ کے سابق خطیب و امام، ''دارالعلوم علیمیہ''، فنکس، موریشس کے سابق استاذ اورکئی کتابوں کے مصنف حضرت علامہ مولانا مفتی محمد بشیر احمد صاحب نعیمی، سابق صدرالمدرسین ''جامعہ انوارالعلوم''، تلسی پور ضلع بلرامپور بھی یہاں موجود تھے۔ آپ بہت شفقت کے ساتھ ملے۔ آپ کی ''مظہر اسلام'' بریلی شریف سے سن 1963 میں فراغت ہوئی ہے۔ آپ نے سیدی سرکار مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی اکتساب فیض فرمایا ہے۔ راقم نے تقریباً آدھا گھنٹہ تقریر کی۔ بریلی شریف انڈیا سے اپنا رشتہ مضبوط کرنے، صاحب سجادہ کے وفد بھیجنے کے اغراض و مقاصد پر عمل کرنے پر خاص زور دیا۔ اس کے ساتھ ہی راقم نے اور حضرت مولانا شہاب الدین رضوی صاحب نے یہاں تشریف لائے سارے علماء اور معززین کا شکریہ ادا کیا۔ حضرت مولانا مشتاق احمد برکاتی صاحب نے نظامت کے فرائض انجام دیئے۔ حضرت علامہ بشیر احمد صاحب نے نہایت خوشی کا اظہار کرتے ہوئے حضور صاحب سجادہ کے اس اقدام کا مسرور انداز میں خیر مقدم کیا۔ محفل کے اختتام کے بعد اس دارالعلوم کی تمام درسگاہوں اور عمارت کا جائزہ لیا۔ اس کے بعد عالیجناب محترم کفایت اللہ خان صاحب کے گھر گئے جہاں انہوں نے نہایت نفیس انداز میں ایک پُرتکلف ناشتہ کا انتظام کر رکھا تھا۔ اس کو ناشتہ کہنے کے بجائے اگر دوپہر کا کھانا کھا جائے تو زیادہ صحیح ہوگا۔

جامعہ برکاتیہ للبنات کرشنانگر میں جشن امام اعظم:

16 مارچ 2021 بروز منگل وفد کے لیے انتہائی مصروف ترین اور تھکن سے چور کر دینا والا رہا۔ بعد نماز فجر صبح ہی سے یہ وفد کئی جگہ پہونچا جس کی تفصیل ماقبل میں پڑھی جا چکی ہے۔ تقریباً 11 بجے دن میں ''جامعہ برکاتیہ للبنات'' کرشنانگر ضلع کپلوستو نیپال میں جشن امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالی عنہ کی تقریب شروع ہوئی۔ نظامت کے فرائض خود بانی اجلاس و بانی ادارہ حضرت علامہ مولانا مشتاق احمد برکاتی صاحب ہی انجام دے رہے تھے۔ موصوف نہایت متحرک و فعال شخصیت کے مالک، ایک ہونہار و باصلاحیت عالم دین ہیں۔ انتظامی امور میں حد درجہ مہارت رکھتے ہیں، فراغت کے بعد کرناٹک میں تدریسی خدمات انجام دیتے رہے پھر اپنے وطن کرشنانگر ہی میں مقامی مذہبی و مسلکی ضرورت کے پیش نظر تقریباً تین بیگھہ پر مشتمل ایک قیمتی زمین خرید کر اس پر علاقہ کی سنی بچیوں کو زیور تعلیم سے آراستہ کرنے اور ان کے ایمان و عقیدے کو وہابیت، دیوبندیت، مودودیت اور گمراہ فرقوں سے بچانے کے لیے درس نظامیہ کا ایک کامیاب ترین ادارہ قائم کیا۔ ادارے میں فی الحال تقریباً ساڑھے تین سو بچیاں زیر تعلیم ہیں۔ ادارہ کی ایک آفیشیل بلڈنگ بن کر تیار ہو چکی ہے جس میں ایک آفس، نماز گاہ، میٹنگ ہال اور تین اسٹاف روم ہیں۔ اسی بلڈنگ کے ہال میں اور ایک سائبان میں کلاس عارضی طور پر چل رہے ہیں۔ اصل تعلیمی و تدریسی مرکزی عمارت بن چکی ہے البتہ چھت اور لنٹر پڑنا باقی ہے۔ یہ کام کووڈ 19

کی وجہ سے نہ ہوسکا۔ ادارے کے پاس بچیوں کو لانے لے جانے کے لئے اپنی بسیں بھی ہیں۔تھوڑی سی مدت میں ادارے نے قوم و ملت کا اعتماد جیت لیا ہے۔ادارے کے صدر دروازے پر'' مسجد کنزالایمان'' کے نام سے بننے والی مسجد کی بنیاد بھی مکمل ہوچکی ہے۔ بہت جلد یہ مسجد بھی تیار ہو جائے گی۔ان شاءاللہ۔

اسی مسجد سے متصل ادارے کا مرکزی دروازہ ''بابِ مفتی اعظم ہند'' کے نام سے بنائے جانے اور تدریسی بلڈنگ کا صدر دروازہ ''باب برکات'' یا ''باب شاہ برکت اللہ'' کے نام سے بنانے کا بھی منصوبہ ہے۔اس خطہ میں دعوت و ترویج دین کے لیے آنے والے زیادہ تر علما و مشائخ کے قیام و طعام کا انتظام بھی یہی ادارہ کرتا ہے۔ حضرت سید اویس میاں صاحب بلگرامی، حضرت سید سہیل میاں صاحب قبلہ بلگرامی، غزالی دوراں مفتی حفیظ اللہ صاحب، حضرت علامہ سید احتشام الدین صاحب، حضرت علامہ زین العابدین صاحب شمسی، تلمیذ صاحب قانون شریعت جیسی شخصیات کی یہاں آمد ہوچکی ہے۔خلیفۂ اویس ملت حضرت سید احتشام الدین صاحب برکاتی، بردھی ضلع بلرامپور کے رہنے والے ایک نیک، خلیق، شفاف و سنجیدہ شخصیت کے حامل ہیں۔اس خطہ میں موصوف سید صاحب کا نہایت گہرا اثر ہے۔کئی اداروں کے سرپرست ہیں۔آپ کا قیام بھی اسی ادارے میں رہتا ہے۔اس ادارے کے سرپرست اعلیٰ، حضرت سید صاحب ہی ہیں۔ادارے کے صدر اعلیٰ، حاجی عبدالقادر صاحب رضوی ہیں جبکہ معاون خصوصی حاجی محبوب صاحب برکاتی ہیں۔

بہرکیف جشن امام اعظم کی تقریب شباب پر تھی، علاقے کے کئی درجن علمائے اہلسنت شریک اجلاس ہوئے۔ سید احتشام الدین صاحب قبلہ علامہ شہاب الدین رضوی صاحب، راقم الحروف (محمد سلیم بریلوی) علامہ نور محمد خالد مصباحی صاحب، علامہ سید غلام حسین مظہری صاحب، سابق آفیسر محکمہ تعلیم نیپال جناب عبدالرؤف خان صاحب جیسیا، نیپال کے نائب قاضی حضرت علامہ بشیر احمد نعیمی صاحب کے خطابات ہوئے۔مولانا غلام مصطفیٰ صاحب بریلوی نے منظوم کلام پیش کیا۔تقریبا ایک بجے سلام و دعا پر جلسہ کا اختتام ہوا۔جلسہ نہایت کامیاب تھا۔سارے شرکائے اجلاس عوام و خواص کے لیے ادارے کی جانب سے اعلیٰ قسم کے کھانے و لنگر کا اہتمام تھا۔سب نے ظہرانہ تناول کیا۔مخصوص شرکائے اجلاس کے نام یہ ہیں:

مولانا عقیل خان نعیمی، مولانا التجا حسین چنزوٹا، مولانا مجیب الرحمٰن نوری، مولانا اسرار علیمی، مولانا غلام محمد بسوریا، مولانا عبد المجید فیضی، مولانا عبد الکلام، مولانا عبد المصطفیٰ صاحب، حافظ یار خاں صاحب وغیرہم۔

کھانے سے فارغ ہونے کے بعد اس خطہ میں مذہبی و مسلکی سرگرمیوں سے متعلق ایک اہم میٹنگ ہوئی۔راشٹریہ علماء کونسل نیپال کے متحرک و فعال اراکین و عہدیداران نے اس علاقہ کے مسلکی و مذہبی حالات سے متعلق تفصیل کے ساتھ معلومات فراہم کرائیں۔مستقبل کے منصوبوں پر گفتگو ہوئی۔فروغ مذہب و مسلک کے لیے لائحۂ عمل پر روشنی ڈالی گئی۔

(جاری ہے)



قاری امانت رسول اورفن تاریخ گوئی

از۔ مفتی محمد انور علی رضوی، جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف

پیر طریقت، ناشر مسلک اعلیٰ حضرت ،نقیب رضویت ، صوفی باصفا ،خلیفۂ تاجدار اہل سنت حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ النورانی،حضرت علامہ الحاج الشاہ قاری محمد امانت رسول صاحب قادری برکاتی رضوی نوری علیہ الرحمہ بڑی جلدی دنیا سے تشریف لے گئے۔آپ کے جانے سے دنیائے سنیت میں بڑا خلا واقع ہو گیا جس کا پُر ہونا ناممکن ہے۔قاری صاحب علیہ الرحمہ اپنے ہم اثر لوگوں میں بے مثل و بے مثال تھے۔

جس زمانے میں ''دارلعلوم حشمت الرضا'' حشمت نگر پیلی بھیت شریف میں استاذ الاساتذہ ،مناظر اہل سنت حضرت علامہ الحاج الشاہ مفتی محمد مشاہد رضا خاں صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کے پاس میں پڑھتا تھا تو حضرت قاری صاحب قبلہ بھی یہاں میرے ہم سبق تھے۔آپ اس وقت بڑے خوش گلو تھے۔ہر محفل میں مقبول تھے اور تجوید وقرأت اور مشق میں لا جواب تھے۔شیر وسخن میں آپ طبع آزمائی آسانی سے فرماتے تھے۔آپ مرشد برحق ،تاجدار اہل سنت سرکار مفتی اعظم ہند قدس سرہ کے خلیفہ اور محبوب نظر تھے۔''قصیدہ بردہ شریف'' پڑھنے میں بہت مشہور تھے۔یہاں تک کہ لوگ محفلوں میں فرمائش کیا کرتے تھے۔نعتیہ کلام بہت والہانہ انداز میں اس طرح پڑھتے تھے کہ سامعین محفل جھوم جھوم جاتے تھے۔آپ کی آواز میں بڑی کشش بھی تھی اور درد بھی تھا۔

جب میں ''جامعہ رضویہ منظر اسلام'' میں مدرس ہوا اور امامت کے فرائض ''قادری مسجد'' گلی منیہاران بریلی شریف میں انجام دینے لگا تو محبّ گرامی حضرت قاری صاحب علیہ الرحمہ قادری مسجد میں تشریف لاتے تھے۔بہر حال میرا اور ان کا بہت گہرا تعلق تھا۔مجھے ہر سال اپنے مدرسہ کے سالانہ جلسے میں بلاتے تھے اور ہم حضور صاحب سجادہ حضرت سبحان رضا خاں سبحانی میاں صاحب مدظلہ النورانی کے ساتھ پیلی بھیت جاتے تھے۔قاری صاحب قبلہ اپنے اسلاف کا نمونہ تھے۔حضور صاحب سجادہ کی بہت ہی خاطر و مدارات کرتے تھے۔آپ بہت سی خوبیوں میں مہارت رکھتے تھے۔ خصوصاً قاری صاحب کو فن تاریخ گوئی میں کمال حاصل تھا اور یہ کمال آپ کو مرشد برحق تاجدار اہل سنت حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کے فیض کرم سے حاصل ہوا تھا۔یہی وجہ ہے کہ قاری صاحب کی ۲۹ رتصنیفات ہیں جن میں اکثر کتابوں کے نام تاریخی ہیں مثال کے طور پر ''بہار بخشش ۱۴۱۰ھ''، ''بیاض قادری و نوری ۱۴۱۰ھ''۔''بانوے حدیثوں کا لاثانی مجموعہ ۱۴۲۴ھ''، ''فضیلت مدینہ ۱۴۲۹ھ'' اور ''نایاب تجلیات احسن المشائخ ۲۰۰۹ء'' وغیرہ۔

حضور صاحب سجادہ ،شہزادۂ ریحان ملت حضرت علامہ الحاج الشاہ محمد سبحان رضا خاں سبحانی میاں صاحب قبلہ ،دام ظلہم النورانی نے جب درگاہ اعلیٰ حضرت پر ایک گیٹ بنوایا تو اس کے لیے قاری صاحب سے ارشاد فرمایا کہ اس گیٹ کا کوئی تاریخی نام رکھ دیجئے تو قاری صاحب نے اس کا تاریخی نام ''دربار رضا ۱۴۰۸ھ'' رکھا۔حضور صاحب سجادہ نے اس کو پڑھ کر بڑی خوشی کا اظہار کیا۔اسی طرح جب اسلامیہ میدان کا گیٹ بنا تو حضور صاحب سجادہ مدظلہ

النورانی نے راقم الحروف محمد انور علی سے فرمایا کہ اس کا کوئی تاریخی نام نکال دو جس سے اس کی سن تعمیر نکل آئے اور جو ذومعنی بھی ہو۔ میں نے غور کیا اور لفظ ''باب (۵)'' کا اضافہ کیا تو ''باب دربار رضا ۱۴۱۳ھ'' ہوگیا۔ حضرت صاحب سجادہ مدظلہ العالی نے پسند فرمایا اور اس کو گیٹ پر لکھوا دیا جو آج بھی لکھا ہوا ہے۔ قاری صاحب قبلہ علیہ الرحمہ تاریخ گوئی میں اس قدر زود گو تھے کہ ان کو زیادہ سوچنا نہیں پڑتا تھا۔

جب مرشد برحق، تاجدار اہل سنت حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ نے وصال فرمایا تو حضرت قاری صاحب علیہ الرحمہ نے بہت ہی لاجواب تاریخی مادّے نکالے تھے۔ جیسے ''عظیم الشان'' کہ اس سے سن ہجری ۱۴۰۲ھ نکلتی ہے۔ ''شیخ المشائخ ۱۸۹۲ء'' اس سے سن ولادت نکلتی ہے۔ اسی طرح شہزادۂ قطب مدینہ حضرت علامہ ضیاء الدین قادری مہاجر مدنی قدس سرہ کے شہزادے حضرت علامہ شاہ فضل الرحمٰن صاحب مدنی قدس سرہ نے ۲۷ر شوال المکرّم ۱۴۲۳ھ مطابق ۳۰ر دسمبر ۲۰۰۲ء بروز پیر شریف کو مدینہ منورہ میں وصال فرمایا۔ تب قاری صاحب نے چند لاجواب تاریخی مادّے نکالے تھے جیسے ''صاحب کمالات مکین دربار سید المرسلین ۱۴۲۳ھ''۔ قائد اہل سنت، مفکر اسلام حضرت علامہ الحاج الشاہ ابو الاوصاف نجم الدین مفتی محمد ریحان رضا خاں رحمانی میاں علیہ الرحمہ نے جب وصال فرمایا تب قاری صاحب نے آپ کی شان میں ایک جامع منقبت لکھی اور تاریخی مادّے بھی نکالے جیسے ''پاک سیرت ریحان ملت ۱۴۰۵ھ''۔ اسی طرح حضور مجاہد ملت حضرت علامہ الحاج الشاہ حبیب الرحمٰن صاحب قبلہ، رئیس اعظم اڑیسہ علیہ الرحمہ کے وصال پر تاریخی مادّے نکالے جیسے ''سلطان المناظرین ۱۴۳۲ھ'' کہ اس سے ان کی سن وصال نکلتی ہے۔ اسی طرح استاذ گرامی، مخدوم اہل سنت تاج الشریعہ حضرت علامہ الحاج الشاہ مفتی محمد اختر صاحب قبلہ قاضی القضاۃ فی الہند علیہ الرحمۃ والرضوان کے وصال پر قاری صاحب نے ایک منقبت بہت ہی لاجواب لکھی اور ایک سو گیارہ تاریخی مادّے نکالے تھے جو ماشاء اللہ بہت ہی انوکھے، صاف ستھرے اور لاجواب تھے۔ یہ مادّے ''جہان تاج الشریعہ'' میں شائع ہو چکے ہیں۔

مرکز اہل سنت جامعہ رضویہ منظر اسلام کے قیام کو ۱۰۰ر سال پورے ہونے پر جب حضور صاحب سجادہ حضرت سبحانی میاں صاحب قبلہ دام ظلہم نے ''صد سالہ نمبر'' نکالا تھا تو اس موقع پر قاری صاحب نے ۱۲۵ر تاریخی مادّے نکالے تھے جو ماہنامہ اعلیٰ حضرت کے صد سالہ نمبر میں شائع ہو چکے ہیں۔ اسی طرح جب ماہنامہ اعلیٰ حضرت کو نکلتے ہوئے پچاس سال ہوئے تو حضرت نے ماہنامہ اعلیٰ حضرت کا ''گولڈن جبلی نمبر'' نکالا تھا تو اس وقت بھی قاری صاحب نے ۱۵۰ر تاریخی مادے نکالے تھے جو ماہنامہ اعلیٰ حضرت کے گولڈن جبلی نمبر میں شائع ہو چکے ہیں۔ بہر حال حضرت قاری صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کو خداداد صلاحیت حاصل تھی۔ شعر و شاعری بھی آپ کی لاجواب تھی اور فن تاریخ گوئی میں مہارت بھی بے مثال تھی۔ تمام خانقاہوں سے قاری صاحب کا گہرا تعلق تھا۔ خانقاہ برکاتیہ اور خانقاہ رضویہ میں آپ کی بڑی پذیرائی اور مقبولیت تھی۔ مولیٰ تعالیٰ اپنے حبیب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے ان کی تمام دینی و ملی خدمات کو قبول فرمائے، ان کے درجات کو بلند فرمائے، ان کے فرزند دلبند مولوی رضائے رسول سلمہ کو ان کا سچا جانشین بنائے آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔

ابر رحمت ان کی مرقد پر گہر باری کرے
حشر تک شان کریمی ناز برداری کرے

واہ ولی حق تاریخی مادّے (۱۴۴۲ھ)

حضرت قاری صاحب کا وصال شب ۲۹/رمضان المبارک ۱۴۴۲ھ/۱۲/مئی ۲۰۲۱ء کو ہوا۔ اس موقع پر چند تاریخی مادّوں کا فقیر نے استخراج کیا جو مندرجہ ذیل ہیں:

لا اله الا الله محمد رسول الله راحت روح	۱۴۴۲ھ
ان الله یحب المتقین۔ لالہ زار گلشن	۱۴۴۲ھ
آہ! رحلت طوطیٔ چمن نور اللہ مرقدہ	۱۴۴۲ھ
آہ! شاعر اہل سنت مصباح القلوب	۱۴۴۲ھ
آہ! حبیب جہاں، عظیم القدر	۱۴۴۲ھ
آہ! جدائی حبیب، فیض یافتہ	۱۴۴۲ھ
آہ! مقبول ایزد، مداح وشیدائی بریلی شریف	۱۴۴۲ھ
آہ! آہ! رحلت ہمایوں جاہ نور اللہ مرقدہ	۱۴۴۲ھ
آہ! شمع مجلس، جواہر ادب نور اللہ مرقدہ	۱۴۴۲ھ
آہ! بافیض، مہِ کامل جدا علیہ الرحمہ	۱۴۴۲ھ
آہ! مرد جہاں دیدہ، آفتاب اہل سنت جلد ڈوب گیا	۱۴۴۲ھ
آہ شاعر اہل سنت، مہر جمال	۱۴۴۲ھ
آہ! باادب بلبل خوشنوا، نادر انجمن	۱۴۴۲ھ
آہ! زاہد پاک والد ماجد رضائے رسول	۱۴۴۲ھ
آہ! مخلص مولانا سبحانی میاں دریائے کمال	۱۴۴۲ھ
آہ! مخلص مولانا احسن میاں سراج دین	۱۴۴۲ھ
آہ! باادب امیر محفل مخلص انوؔر	۱۴۴۲ھ
آہ! علامہ صوفی باصفا بلند ہمت نور اللہ مرقدہ	۱۴۴۲ھ
آہ! شمع ہدایت، اہل صفا علیہ الرحمہ	۱۴۴۲ھ

آہ! باادب مرید جلوۂ حق مفتی اعظم ہند	۲۰۲۱ء
آہ! محبوب، بہار چمن، پیکر صداقت رحمۃ اللہ علیہ	۲۰۲۱ء
آہ! مقتدا۔ ان الله عنده اجر عظیم	۲۰۲۱ء
آہ! ناگاہ جدائی زینت چمن، عظیم القدر	۲۰۲۱ء
آہ! آہ! صد آہ! مرید مفتی اعظم بلاواسطہ	۲۰۲۱ء
آہ! آہ! رخصت ذی جاہ	۲۰۲۱ء
آہ! قابل قدر نقیب رضویت	۲۰۲۱ء
آہ! مداح اعلیٰ حضرت معدن جود وکرم	۲۰۲۱ء
آہ! آہ! انتقال بلبل خوشنوا، وقار چمن	۲۰۲۱ء
آہ! وفات سنی رضوی صاف وطاہر	۲۰۲۱ء
آہ! انتقال پُر ملال باادب سخن شناس	۲۰۲۱ء
آہ! نیک طبع، شیدائی اعلیٰ حضرت	۲۰۲۱ء
آہ! دل آگاہ، مداح مولانا سبحان رضا خاں	۲۰۲۱ء
آہ! شمیم بہار، فدائے منظر اسلام	۲۰۲۱ء
آہ! رخصت ہادی نامور باادب علیہ الرحمہ	۲۰۲۱ء
آہ! یار حق شاعر اہل سنت حق شناس	۲۰۲۱ء
آہ! وفات بلبل پاکیزہ لحن قادری رضوی	۲۰۲۱ء
آہ! صاحب شیریں کلام، نعت گو شاعر جمال نبی	۲۰۲۱ء
آہ! مدح گوئے برادر حاجی عنایت رسول نور اللہ مرقدہ	۲۰۲۱ء
آہ! قاری محمد امانت رسول قادری ماہ دین علیہ الرحمہ	۲۰۲۱ء
آہ! باادب محبّ گرامی، صوفی باصفا پیر طریقت علیہ الرحمہ	۲۰۲۱ء
آہ! وفات حاجی حرمین شریفین ناصح علیہ الرحمہ	۲۰۲۱ء
آہ! ہادی پاکباز قاری امانت رسول ولی عہد حاجی ہدایت رسول	۲۰۲۱ء

آہ! علامہ بدر القادری

دل کو تڑپاتی ہے اب تک کی یاد

از۔علامہ فروغ القادری، انگلینڈ

شاعر مشرق ڈاکٹر اقبال فکر وفن کے نقیب، حضور حافظ ملت کے تلمیذ رشید، باوقار عالم دین، مغرب میں مشرق کی آبرو، اصناف سخن پر کمال عبور رکھنے والے مایہ ناز شاعر و ادیب حضرت علامہ بدر القادری مصباحی (خلیفہ حضور مفتی اعظم ہند) یہاں ہالینڈ میں ایک طویل علالت کے بعد مؤرخہ ۲؍صفر المظفر ۱۴۴۳ھ/ ۹؍ستمبر ۲۰۲۱ء بروز جمعرات تقریباً رات ۹؍بجے (ہندوستانی وقت کے مطابق) انتقال فرما گئے۔انا للہ و انا الیہ راجعون۔

اے ہمایوں زندگی تیری سراپا سوچ تھی
تیری چنگاری چراغ انجمن افروز تھی

علامہ بدر القادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے فن میں ڈوب کر سراغ زندگی پا جانے والے ارباب فقر وغیور میں تھے۔ان کی سراپا زندگی حد درجہ متنوع، علم آشنا، فکر انگیز اور انقلابی تحریکات سے آباد تھی۔ان کا نثری سرمایہ مغرب میں طلوع صبح درخشاں کی نوید ہے۔ان کا نغمہ شعر وسخن اپنے قاری کو توہمات اور بے یقینی کے اندھیروں سے نکال کر عزم و یقین کے اجالوں میں کھڑا کرتا ہے۔وہ دعوت وعزیمت کے شاعر تھے۔ان کی دور رس نگاہ نے امروز وفردا کے درمیان پائے جانے والے دبیز پردوں کو چاک کر دیا تھا۔انہیں اس بات کا پیہم یقین تھا کہ ۲۱؍ویں صدی مغرب میں اسلام کے غلبے کی صدی ہوگی۔جو ارباب بست وکشاد مغرب کے فکری، سیاسی اور اقتصادی طاغوت کے آگے سجدہ ریز ہیں۔انہیں بہر کیف لوٹنا ہوگا اس نظام کرم کی طرف جو آقائے دو جہاں، تاجدار کائنات ارواحنا فداہ لے کر جلوہ گر ہوئے تھے۔جو عالم انسانیت کی فیصلہ کن منزل ہے۔

علامہ بدر القادری نے اپنے اشعار میں فکر اقبال کی عملی تعبیر پیش کی ہے۔وہ اس بات کے پُر جوش حامی تھے کہ جو عشاقان رسول، مجاہدانہ فردا اور مردان حر دین وسنت کے حقیقی غلبہ کے لیے ملکوتی جواہرات سے آراستہ ہوں گے۔جن کا سودائے عشق رموز بے خودی سے آگاہ ہوگا۔دنیا کی کوئی طاقت انہیں منزل مراد کے حصول سے محروم نہیں کر سکتی۔میرے نزدیک عصر حاضر کے ارباب قلم میں علامہ بدر القادری ایک منفرد لب ولہجہ کے حامل تھے۔ان کی حیات عرضی اور اقوال وافکار کی تفصیلات بیان کرنے کے لیے ان کے ہی ہم نشینوں میں کسی مزاج آشنا صاحب قلم کی ضرورت ہے۔دیگر عملی شخصیات کی طرح علامہ بدر القادری کے دبستان فکر ونظر کا بھی ان کی زندگی اور شخصیت سے گہرا ربط وضبط ہے۔ان کی ایک جامع اور مستند سوانح عمری کی تدوین ہماری جماعت کے اصحاب لوح وقلم کے لیے فرض کفایہ کی حیثیت رکھتی ہے۔مجھے یقین ہے کہ ارباب علم وفضل اور

بدر شناس علما اس جانب توجہ کریں گے۔ علامہ بدر القادری شاعر مشرق ڈاکٹر سر اقبال کے رنگ آہنگ میں اسلامی نشاۃ ثانیہ کے علمبر دار تھے۔ جس کا اثر عکس در عکس ان کی شاعری پر پھیلا ہوا ہے۔ اس حوالے سے خداماں اردو کے حلقہ بگوش اچھی طرح واقف کار ہیں۔ ان کے ذہن کا ہر ترانہ ''بانگ دراں''، ان کی زندگی کا ہر لمحہ ''پیام مشرق''، ان کے دل کی ہر آواز ''زبور عجم'' اور ان کی تخیلات کی بلند پروازی ''بال جبرئیل'' تھا۔ آج وہ عرش الٰہی کے سایہ میں آسودہ خواب ہیں۔ رب قدیر ان کے مرقد انور پر اپنی رحمتوں کے پھول برسائے اور مغفرب دائمی سے نوازے۔ آمین یارب العالمین۔

مقام بندۂ مومن کا ورائے سپر
زمیں سے تابہ ثریا تمام لات و منات
حریم ذات ہے اس کا نشیمن ابدی
نہ تیرہ خاک لحد ہے نہ جلوہ گاہ صفات

☆

آہ! علامہ بدر القادری

آغوش مشرق سے طلوع ہونے والا خورشید جہاں تاب افق مغرب پر ڈوب گیا

مؤرخہ ۹ ستمبر ۲۰۲۱ء بروز جمعرات لندن ٹائم کے مطابق شام ۷ بجے یہاں اطلاع وصول یاب ہوئی کہ فکر اقبال کا نقیب، باوقار عالم دین، مبلغ اسلام حضرت علامہ بدر القادری شدت علالت کے بعد انتقال فرما گئے۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔

سماحۃ الاستاذ، مفکر اسلام، خطیب اعظم حضرت علامہ قمر الزماں اعظمی سکریٹری جنرل ''ورلڈ اسلامک مشن'' انگلینڈ، مفکر ملت، حضرت علامہ ڈاکٹر شاہد رضا نعیمی، حضرت علامہ قاری محمد اسمٰعیل مصباحی، ڈائریکٹر ''اردو سینٹر راچڈیل'' مانچسٹر، علامہ صاحبزادہ غلام یزدانی مصباحی، علامہ ارشد مصباحی، بیرسٹر معین الزماں اعظمی، ڈاکٹر وقار الزماں اعظمی اور راقم الحروف نے اپنے تعزیتی بیان میں کہا کہ علامہ بدر القادری ایک عرصہ دراز تک ہالینڈ میں قیام پذیر رہے اور اسلامک اکیڈمی کے ڈائریکٹر کی حیثیت سے انہوں نے پورے یورپ میں تبلیغ و دعوت اور ''مسلک اعلیٰ حضرت'' کا کام کیا۔ فن شاعری میں وہ ڈاکٹر اقبال کے نظریۂ فکر اور طرز کلام سے متاثر رہے۔ نظم کے ساتھ ساتھ ان کی نثری خدمات بھی نا قابل فراموش ہیں۔ جن عناوین پر انہوں نے قلم اٹھایا ہے ہماری جماعت میں اس طرز پر لکھنے والے افراد کم نظر آتے ہیں۔ ''اسلام اور امن عالم''، ''اسلام اور خمینی مذہب'' اور ''الرحیل'' جیسی معیاری اور علمی تصنیفات ایوان علم و ادب میں گراں قدر اضافہ کہی جا سکتی ہیں۔ آج ان کے اچانک اٹھ جانے سے سنی دنیا اور معاصر دانشور حضرات کا نا قابل تلافی نقصان ہوا ہے۔ علامہ بدر القادری کی حیثیت اس خورشید جہاں تاب کی تھی جو مشرق میں طلوع ہو کر مغرب میں ڈوب گیا۔ رب قدیر ان کی قبر پر اپنی رحمتوں کے پھول برسائے اور کروٹ کروٹ جنت اعلیٰ عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل سے نوازے۔ آمین یارب العالمین۔ ع

خمیر بندۂ مومن سے ہے نمود اس کی
بلند تر ہے ستاروں سے اس کا کاشانہ

قتال مسلم کی مختصر روداد آسام

تحریر: مولانا محمد زاہد علی مرکزی کالپی شریف، چیئر مین: تحریک علمائے بندیل کھنڈ، رکن: روشن مستقبل دہلی

آسام میں جو ہو رہا ہے یہ پچھلے کئی مہینوں سے چل رہا ہے، دو روز قبل درانگ آسام میں یہ معاملہ پولیس کے تشدد کی وجہ سے سامنے آیا بلکہ یہ کہیے کہ لایا گیا ہے تو بے جا نہ ہوگا کیونکہ ابھی اکثریتی طبقے کو الیکشن میں اپنی جانب کرنا ہے، مہنگائی، بے روزگاری، بدعنوانی عروج پر ہے ایسے میں صرف ہندو مسلم کے درمیان شدید ٹکراؤ ہی مرکزی حکومت کا ہتھیار ہوگا، اسی کی ایک ہلکی سی جھلک درانگ میں نظر آئی ہے۔

یہ جو لاشوں پر ڈانس ہو رہا ہے اس کی اصل وجہ NRC ہے اور اس این آر سی کو کانگریس نے ہی منظوری دی تھی اور پچھلے 40 سالوں سے آسام کے مسلمان اسی این آر سی کا درد جھیل رہے ہیں، کانگریس سے بڑا مسلمانوں کا ہمدرد شاید ہی کوئی اور ہو، ایک بار پارلیمنٹ میں ’’سدھانشو ترویدی‘‘ نے کہا تھا کہ "مسلمانوں کی تباہی کی ذمہ دار یہ سیکولر پارٹیاں ہی ہیں" واقعی بات بھی درست ہے، تشدد پسند افراد کے خلاف کانگریس نے کبھی کوئی کارروائی ہی نہیں کی، ہمیشہ واک اوور دیتے رہے اور وہ آگے بڑھتے رہے، مرادآباد، میرٹھ، مظفر پور، بابری مسجد جیسے بہت سے احسانات ہیں ہم پر، یہ وہی کانگریس ہے جس کے دروازوں پر علامہ سید مظفر حسین کچھوچھوی کی جوتیاں گھس گئیں لیکن دنگا فساد بل پاس نہ ہو سکا، پہلے اندرا گاندھی پھر راجیو گاندھی صرف وعدے پر وعدہ کرتے رہے اور ہماری بستیاں جلتی اور عزتیں پامال ہوتی رہیں۔ ہم اپنے مکان لٹتے دیکھتے رہے۔ کانگریس کی اس سافٹ کلنگ شبیہ کا دنیا کی کوئی طاقت، کوئی تنظیم مقابلہ نہیں کر سکتی، کانگریس کے ان احسانات پر مجھے کلیم عاجز کا یہ شعر یاد آ رہا ہے۔

دامن پہ کوئی چھنیٹ نہ خنجر پہ کوئی داغ
تم قتل کرو ہو کہ کرامات کرو ہو

سارا تنازعہ علاقائی اور دراندازی کرنے والے افراد کو لیکر 1979 میں شروع ہوا تھا جو 2019 تک سپریم کورٹ میں چلا اور اب بات یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ جنگلی علاقوں میں بھی پناہ نہیں دی جا رہی ہے۔

بی بی سی سے بات کرتے ہوئے کانگریس کے رکن اسمبلی جناب عبدالباطن کا دعویٰ ہے کہ 'ان میں سے 90 فیصد سے زیادہ آبادی بنگالی بولنے والے مسلمانوں کی ہے جن کی غالب اکثریت ناخواندہ ہے۔ کانگریس کے زمانے میں انھیں گورنمنٹی زمینوں سے بے دخل نہیں کیا جاتا تھا لیکن زمین ان کے نام الاٹ بھی نہیں کی جاتی تھی۔ اب حکومت انھیں ان زمینوں سے بے دخل کر رہی ہے جبکہ یہ ریاست کے جائز باشندے ہیں اور سبھی کے پاس شہریت کے مطلوبہ دستاویزات بھی موجود ہیں۔

آسام میں موجودہ رکن اسمبلی جناب عبدالباطن کی حالت بھی کانگریس کے گجرات سے رکن پارلیمنٹ رہے احسان جعفری

سے مختلف نہیں لگتی، آگے آگے دیکھیے ہوتا ہے کیا۔

یاد ماضی عذاب ہے یا رب: ماہر سیاسیات سنجیب باروا اپنی کتاب Immigration, Ethnic Conflict and 1985-Assam 1979-Political Turmoil (ہجرت، سماجی رسہ کشی اور سیاسی کشمکش-آسام 1985-1979) میں لکھتے ہیں:

1979 سے 1985 کے دوران مرکزی آسام کے علاقے نیلی میں ایک بھیانک فساد برپا ہوا۔ یہ 18 فروری 1983 کی صبح کو 6 گھنٹے تک جاری رہا۔ اس قتل عام میں نوگاؤں ضلع کے نیلی اور گردونواح کے 14 گاؤں کے 2191 لوگ ہلاک ہوئے تھے (واضح رہے غیر گورنمنٹی اعداد و شمار کے مطابق یہ تعداد 10000 سے متجاوز ہے)۔ ہلاک شدگان مشرقی بنگال کے وہ مسلمان تھے جن کے آباء و اجداد نے ماقبل تقسیم برطانوی ہندوستان میں یہاں نقل مکانی کی تھی۔ ذرائع ابلاغ سے وابستہ تین افراد انڈین ایکسپریس کے "ہمیندر نارائن" آسام ٹریبیون کے "بیدابرتا لکھر" اور اے بی سی کے شرما س واقعہ کے گواہ تھے۔ یہ متاثرین ان لوگوں کی آل و اولاد تھے جو بیسویں صدی کے پہلے عشرے میں برٹش انڈیا کے تحت چلنے والی اس وقت کی آسام حکومت کی راست تولیت کی بنیاد پر آسام آئے تھے۔ (وکیپیڈیا)

نیلی میں رونما ہونے والا یہ سانحہ اس وقت پیش آیا جب آسام ایجی ٹیشن عروج پر تھا اور اسے ریاست میں رہنے والے بنگالیوں کے خلاف آسو کی زیر قیادت علاقائیت پسند نام نہاد آسامیوں نے انجام دیا تھا۔ "اس واقعہ کو جنگ عظیم ثانی کے بعد بدترین اقلیت کشی کا نمونہ قرار دیا گیا ہے" (ویکیپیڈیا)

آسام میں بوڈوں کا نزلہ بھی مسلمانوں پر ہی گرتا رہا ہے، پورے ملک میں جب کسی حکومت کو سیاسی خطرہ ہوتا ہے یا کسی تنظیم پر مشکلات آتی ہیں تو تختۂ مشق مسلم ہی ہوتے ہیں، انڈیا کے اکثریتی طبقہ کو خوش کرنے کے لیے اس سے بہتر کوئی دوسرا ذریعہ نہیں ہوتا۔ آسام میں اس سے قبل ۱۹۳۹، ۱۹۴۹، ۱۹۶۹ اور ۲۰۰۸ء میں بھی فسادات ہو چکے ہیں۔ ۱۹۶۹ء میں بھی دو لاکھ افراد بے گھر ہوئے تھے اور ہلاکتوں کی تعداد ۲۰۰۰/ سے زائد تھی۔ بوڈو عوام کی ابتدائی جنگ حکومت ہند کے خلاف تھی۔ نیشنل ڈیموکریٹک فرنٹ آف بوڈو لینڈ نے آزادی کے حصول کے لئے ۱۹۸۸ء میں اپنی مسلح جدوجہد کا آغاز کیا تھا لیکن ۲۰۰۳ء میں حکومت کے ساتھ بوڈوؤں کا معاہدہ ہو گیا۔ بوڈو گوریلا جنگجو وقتاً فوقتاً اپنے مطالبات منوانے کیلئے نہتے مسلمانوں کو اپنی دہشت گردی کا شکار بناتے رہے ہیں۔ آسو نے بھی یہی کیا تھا اور بنگالی مسلمانوں کے نام پر نیلی میں قتل عام کیا اور پھر حکومت ہند سے معاہدہ کر کے اپنی سیاسی جماعت اے جے پی بنائی اور کانگریس کو اقتدار سے بے دخل کر کے ریاستی اقتدار پر قابض ہو گئے تھے۔ نیلی فسادات میں سرگرم کردار ادا کرنے والوں کے خلاف آج تک کوئی کارروائی نہیں کی گئی بلکہ کانگریس کی مرکزی حکومت نے آسو کے ساتھ ایک معاہدہ کر کے ان کے خلاف چلنے والے تمام مقدمات واپس لے لئے تھے۔ جب مقدمات ہی نہیں رہے تو فسادیوں کو سزا دئے جانے کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا اور اس طرح ملک کے دیگر صوبوں کی طرح ہزاروں مسلمانوں کا خون

یوں ہی رائیگاں چلا گیا۔

تعجب ہوتا ہے کہ نیلی قتل عام جو 1984 سے صرف ایک سال قبل ہوا اور دسیوں ہزار مسلمان مار دیے گیے اسے ایسے بھلا دیا گیا جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو، نیلی قتل عام کا ذکر بھی نہیں ہوتا اور انٹرنیٹ پر مواد بھی بہت کم دستیاب ہے۔

آج تک یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ ہمارا اتر پردیش انڈین مسلمانوں کا مرکز رہا ہے، ہر فرقے کا بڑا ادارہ یہیں قائم ہے، یہیں سے دہلی کا راستہ طے ہوتا ہے اور یہیں ہماری تباہی کا تانا بانا بنا جاتا رہا ہے لیکن اسی مرکز سے کبھی کشمیریوں، آسامیوں، بنگالیوں اور دور دراز کے علاقوں کے مسلمانوں کے خلاف مضبوط آواز کیوں نہیں اٹھی؟ حالانکہ اتر پردیش کے مسلمان بھی ہمیشہ زد پر رہے ہیں لیکن خاصی تعداد میں دینی اور سیاسی اثر رکھنے والے لیڈر بھی ہوئے ہیں، پھر ایسی کیا وجہ رہی کہ ہمیشہ خاموشی ہی دکھائی دی۔

ادارتی نوٹ: تقسیم ہند کے بعد سے ہی ہندوستان کی کرسیٔ اقتدار پر پہنچنے اور ملک کی اکثریت کا ووٹ حاصل کرنے کے لیے ہر سیاسی پارٹی مسلمانوں کو اپنا ہتھیار بناتی رہی ہے۔ کبھی مسلمانوں کا خون بہا کر ملک کی اکثریتی آبادی کو خوش کر کے یہ پارٹیاں ووٹ حاصل کرتی ہیں تو کبھی مسلمانوں کے خلاف ہونے والے فسادات اور زیادتیوں پر چند گھڑیالی آنسو بہا کر اور ہمدردی کے چند جملے بول کر مسلمانوں کو خوش کرتی ہیں۔ اس طرح یہ سیاسی جماعتیں ہمیشہ سے اقتدار کے لیے یہ سارا کھیل کھیلتی چلی آ رہی ہیں۔ لے دے کر نقصان بیچاری مسلم قوم ہی کا ہوتا ہے۔ مثل مشہور ہے ''چاہے خربوزہ چھری پر گرے یا چھری خربوزے پر'' بہرحال کٹنا خربوزے ہی کو ہوتا ہے۔ اسی طرح کوئی بھی سیاسی جماعت خواہ وہ مسلمانوں کی ہمدردی میں چند بول بولے یا مسلمانوں کے خلاف زہر افشانی کرے ہر حال میں نقصان مسلم قوم کا ہی ہوتا ہے۔

تقسیم ہند کے بعد ہندوستانی اقتدار پر زمانۂ دراز تک جس ہندوستانی سیاسی جماعت نے اقتدار کے مزے لوٹے اس نے مسلمانوں کے زخموں پر ظاہری طور پر مرہم بھی رکھا، ان کے ووٹ بھی حاصل کئے اور انہیں کو فسادات وغیرہ کے ذریعہ برباد بھی کرایا۔ تقسیم ہند سے لے کر آج تک مسلم قوم روز بروز زندگی کے ہر شعبہ میں جو پچھڑتی رہی اس کی سب سے بڑی وجہ انہیں سیاسی جماعتوں کی خفیہ مسلم مخالف پالیسیاں رہی ہیں۔ تقسیم ہند کے وقت ہندوستانی سسٹم میں بنام مسلم بہت سے لوگ بڑے سے لے کر چھوٹے عہدوں تک کاربند تھے۔ آہستہ آہستہ یہ تعداد گھٹتی چلی گئی اور آج ملکی سسٹم میں چراغ لے کر ڈھونڈھنے پر بھی بنام مسلم کوئی عہدے دار بڑی مشکل سے دکھائی دیتا ہے۔

کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ سب کچھ ایک اتفاقی امر ہے؟ نہیں بلکہ نہایت شاطرانہ اور منصوبہ بند طریقے سے یہ عمل کیا گیا ہے۔ اس کی ذمہ دار صرف بھاجپا نہیں ہے بلکہ ''اس حمام میں سبھی ننگے ہیں'' کے مصداق ہر سیاسی پارٹی خواہ اس نے سیکولر جماعت کا لبادہ اوڑھا ہو یا پھر زعفرانی ذہنیت کا سب اس کے ذمہ دار ہیں۔ اس ملک کی مسلم قوم نے آزادی ہند کے بعد اپنا اور اپنے بچوں کا اتنا قتل عام ہوتے دیکھا ہے کہ اب اسے کوئی بھی فساد بڑا لگتا ہی نہیں۔ گویا کہ ہندوستانی مسلمانوں نے ان فسادات اور اس طرح کے قتل عام کو اپنی قسمت سمجھ کر قبول کر لیا ہے۔ اللہ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔ آمین

علم کلام کے موضوع پر زمانۂ طالب علمی میں لکھا گیا اعلیٰ حضرت کا عربی رسالہ

القول النجیح۔ایک تعارفی جائزہ

از۔شیر قادریت علامہ مختار احمد قادری بہیڑوی، بہیڑی ضلع بریلی شریف

"القول النجيح لإحقاق الحق الصريح "صفات باری تعالیٰ کے موضوع پر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کا ایک تحقیقی شاہ کار ہے جسے حضرت علامہ محمد حنیف خاں صاحب رضوی نے سال گزشتہ ۲۰۱۷ء میں پہلی بار شائع کر کے عاشقان اعلیٰ حضرت کے ہاتھوں تک پہنچایا ہے۔

علامہ موصوف رضویات سے متعلق جو عظیم کام کررہے ہیں وہ اب کسی کی نظر سے پوشیدہ نہیں ہے، اس شعبہ میں انہوں نے جو کارنامے انجام دیے ہیں وہ سب نہایت اہم، قابل قدر اور دوسروں کے لیے نمونہ عمل ہیں۔مگر اس رسالہ کو تلاش کر کے اسے منظر عام پر لانا ان کا اتنا بڑا کارنامہ ہے جس پر دنیائے علم ان کی جتنی شکر گزار ہو،کم ہے، کیوں کہ یہ رسالہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے دور طالب علمی کی تصنیف ہے جس کا لوگوں کو ابھی تک علم نہیں تھا اور نہ سوانح نگار حضرات نے اعلیٰ حضرت کی تصنیفات میں اس کے نام کا ذکر کیا تھا۔

رسالہ کا سن تصنیف: امام احمد رضا قدس سرہ نے اپنے اس رسالہ میں متکلمین کی پہلی دلیل پر جو بحث کی ہے اس بحث میں پیش کیے ہوئے ایک ایراد پر آپ نے جو حاشیہ لکھا ہے اس سے یہ حقیقت صاف ظاہر ہوجاتی ہے کہ اس رسالہ کو آپ نے دور طالب علمی میں تصنیف کیا ہے۔

یہ ایراد آپ نے اپنے قلمی نسخہ میں صفحہ ۲۱ر کی آخری سطر سے ''ولو سلمنا'' کہہ کر پیش کیا ہے۔مگر اس سے اگلا صفحہ فی الحال مفقود ہے اس لیے اس ایراد سے تو ہم محروم ہیں مگر ''ولو سلمنا'' پر لکھا ہوا یہ حاشیہ ہماری نگاہوں کے سامنے ہے۔

''هذا الإيراد مما سمحت به خاطری إلا أنی رأيته بعد ذلك فی ''حواشی شرح المواقف'' للسيد زاهد حين قرائتی إياها علی الوالد العلام فليحفظ كی لا يطعن طاعن منه''.

ترجمہ: یہ ایراد ان میں سے ہے جنہیں میرے دل نے پیش کیا مگر اس کے بعد جب میں نے ''والد العلام'' (حضرت علامہ نقی علی خاں علیہ الرحمہ) کے پاس ''شرح مواقف'' پر (میر) ''سید زاہد'' کے حواشی پڑھے تو ان میں سے مجھے یہ ایراد نظر آیا۔اسے یاد رکھا جائے تا کہ کوئی طعنہ زنی کرنے والا طعنہ زنی نہ کرے۔

اعلیٰ حضرت کے اس حاشیہ سے یہ بات یقینی طور پر واضح ہوجاتی ہے کہ آپ نے یہ رسالہ ''القول النجیح''، شرح مواقف مع میر زاہد پڑھنے سے بھی پہلے تصنیف کیا ہے۔

ہاں اس کا نامکمل حاشیہ ''السعی المشکور''، فراغت کے بعد ۱۲۹۰ھ میں لکھا ہے۔

میرا اپنا یہ خیال ہے کہ آپ نے یہ رسالہ ''ملاحسن'' اور

''شرح عقائد'' پڑھنے کے زمانے میں تصنیف کیا ہوگا کیوں کہ ''شرح مواقف'' سے پہلے درسیات میں یہی ایسی کتابیں ہیں جن میں صفات باری تعالیٰ پر تفصیلی بحث کی گئی ہے اور ان سے متعلق مختلف مذاہب کو وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ اعلیٰ حضرت نے جب اس بحث کو پڑھا ہوگا تو آپ کا جذبہ تحقیق جوش پر آیا ہوگا اور قلم برداشتہ یہ رسالہ تصنیف کر دیا ہوگا۔

امام احمد رضا کے سوانح نگار حضرات نے بیان کیا ہے کہ آپ نے آٹھ سال کی عمر میں عربی زبان میں ''ھدایۃ النحو'' کی شرح تحریر فرمائی تھی جو آپ کی پہلی تصنیف ہے، مگر اب آپ کی اس تصنیف کا کہیں پتہ نہیں چلتا، اس کے بعد ذکر آتا ہے ''مسلم الثبوت'' کے حاشیہ کا۔ یہ بھی آپ کے دور طالب علمی کی تصنیف ہے، اس کا اصل نسخہ حضور تاج الشریعہ کے ذخیرہ کتب میں اور اس کی نقل کا عکس امام احمد رضا اکیڈمی بریلی میں موجود ہے۔ حضرت ملک العلماء کے بیان کے مطابق آپ نے یہ حاشیہ ''مسلم الثبوت'' پڑھنے کے زمانہ میں تصنیف فرمایا تھا اور ظاہر ہے کہ ''ملا حسن'' اور ''شرح عقائد''، ''مسلم الثبوت'' سے پہلے پڑھی اور پڑھائی جانے والی کتب ہیں۔

حضرت ملک العلماء نے ''حیات اعلیٰ حضرت'' میں تصنیفات اعلیٰ حضرت کی جو فہرست پیش کی ہے اس میں سب سے پہلے ''ضوء النھایۃ فی اعلام الحمد و الھدایۃ'' کا ذکر کیا ہے، اس کا سن تصنیف آپ نے ۱۲۸۵ھ لکھا ہے۔ یہ کتاب بھی اعلیٰ حضرت کے دور طالب علمی کی تصنیف ہوئی، کیوں کہ آپ کی فراغت ۱۲۸۶ھ میں ہوئی ہے۔ مگر یہ دور طالب علمی کے آخری سال کی تصنیف ہوئی اور ''القول النجیح'' کی تصنیف کا زمانہ اس سے بہت پہلے کا ہے۔

لہٰذا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کی جو تصنیفات اس وقت مطبوعہ یا قلمی دستیاب ہیں اور آپ کی جتنی تصنیفات کا ذکر ملک العلماء نے اپنی فہرست میں کیا ہے ان سب کے اعتبار سے ''القول النجیح'' کو اعلیٰ حضرت کی سب سے پہلی تصنیف کہا جا سکتا ہے۔ یہ رسالہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے جس دور میں تصنیف کیا ہے اس وقت اپنی تصنیفات کا نام تاریخی رکھنے کی طرف آپ کی توجہ نہیں تھی اس لیے اس کا نام تاریخی نہیں ہے۔

حضرت ملک العلماء علیہ الرحمہ نے اپنی ترتیب دی ہوئی فہرست میں ''السعی المشکور فی إبداء الحق المھجور'' کا نام تو درج کیا ہے جو اسی رسالہ پر بطور ''حاشیہ منہیہ'' اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا لکھا ہوا نامکمل حاشیہ ہے، لیکن اصل کتاب ''القول النجیح'' کا نام اس فہرست میں نہیں ہے۔ اس کی وجہ اس قلمی نسخے کو دیکھنے کے بعد خود بخود سمجھ میں آ جاتی ہے۔

قلمی نسخہ کا اجمالی خاکہ: قلمی نسخہ کا جائزہ لینے کے بعد جو خاکہ بنتا ہے وہ مندرجہ ذیل ہے:

☆ اس قلمی نسخہ میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے مطبوعات کی عام روش کے مطابق اصل کتاب کو ''حوض'' میں لکھا ہے اور حوض کے اوپر، نیچے اور برابر کی خالی جگہوں پر حاشیہ تحریر کیا ہے۔

☆ پہلے صفحہ میں متن کے اوپر حاشیہ میں جلی خط سے نمایاں طور پر ''السعی المشکور فی إبداء الحق المھجور'' لکھا ہوا ہے جو سرسری نظر میں اصل کتاب کا ہی نام معلوم ہوتا ہے جب کہ اصل کتاب کا نام کہیں الگ لکھا ہی نہیں۔ بلکہ کتاب کی عبارت میں خطبہ

کے بعد، تمہید کی ابتدا میں اس کا نام اس طرح ذکر کیا ہے:

''سمیتها بالقول النجیح لإحقاق الحق الصریح''۔

☆قلمی نسخہ دیکھنے والا جب اصل کتاب پڑھتے ہوئے اس مقام پر پہنچتا ہے تبھی اسے اس کتاب کا نام معلوم ہوتا ہے۔ پڑھے بغیر صرف پہلے صفحہ کو دیکھنے والا اس کتاب کا نام ''السعی المشکور'' ہی سمجھتا ہے۔ اسی وجہ سے ملک العلماء علیہ الرحمہ کی مرتبہ فہرست میں اس کتاب کا نام نظر نہیں آتا، نہ کوئی دوسرا سوانح نگار اس کا تذکرہ کرتا ہے۔

☆حضرت علامہ محمد حنیف خاں صاحب رضوی نے اس کتاب کے قلمی نسخہ کا عکس کہیں سے حاصل کیا اور اس کے ترجمہ کا کام میرے ذمہ لگا دیا۔ ان کے دوستانہ دباؤ میں، میں نے اس کام کی حامی تو بھر لی مگر جب کام شروع کرنے بیٹھا تو پتہ چلا کہ علامہ موصوف نے مجھے کس دشوار ترین آزمائش میں ڈالا ہے۔

☆اس قلمی نسخہ میں کل ۵۷/ستاون صفحات ہیں، آخر کے کچھ صفحات غائب ہیں، درمیان میں بھی ایک صفحہ مفقود ہے، جس کی ہم نے موقع پر نشاندہی کر دی ہے۔

☆اس نسخے کی موجودہ حالت سے پتہ چلتا ہے کہ اعلیٰ حضرت نے ابتداءً اس رسالہ کا مسودہ تحریر کیا تھا، پھر اسکی تبییض شروع کی، تبییض کے ساتھ ہی حاشیہ لکھنا شروع کیا، جس کا نام ''السعی المشکور لإبداء الحق المهجور'' رکھا، مگر تبییض اور حاشیہ نگاری کا یہ کام صرف آٹھ صفحات تک ہوا، پھر شاید زیادہ اہم تصنیفات میں مصروف ہو جانے کی وجہ سے اس کام کو بعد کے لئے ملتوی کر دیا اور پھر اس کی تکمیل کا موقع نہ مل سکا۔

☆اس قلمی نسخہ کی صورت حال یہ ہے کہ ۸/آٹھ صفحات مبیضہ کی شکل میں ہیں جن پر باقاعدہ اعلی حضرت کا حاشیہ موجود ہے۔ باقی ۴۸/اڑتالیس صفحات مسودہ کی صورت میں ہیں۔ ان میں صرف چند مقامات پر ہی حاشیہ لکھا گیا ہے اور اس مسودہ کا حال یہ ہے کہ امتداد زمانہ اور بے احتیاطی کی وجہ سے جا بجا سیاہی اڑ گئی ہے اور پورے پورے لفظ بلکہ کہیں کہیں آدھی آدھی سطر غائب ہو چکی ہے۔ بہت سے صفحات پر الفاظ اتنے دھندلا چکے ہیں کہ ان کو پڑھنا بے حد مشکل ہے۔ متعدد مقامات ایسے ہیں جہاں اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے متن کی عبارت لکھنے کے بعد اس پر کچھ اضافہ کیا اور اضافی عبارت حاشیہ کی خالی جگہ پر تحریر کر دی ہے، اب یہ عبارت متن میں کہاں شامل کی گئی ہے اس کو سمجھنا بھی ایک دشوار مرحلہ تھا۔

☆ان سارے دشوار مراحل سے ہمیں کسی ظاہری مدد اور رہنمائی کے بغیر تن تنہا ہی گزرنا پڑا اور یہ رب کریم کا بے پایاں فضل واحسان ہے کہ اس نے اپنی توفیق سے یہ سارے مراحل کامیابی کے ساتھ طے کرا دئے۔ رسالہ کو پڑھا۔ جہاں ممکن تھا اصل نسخہ میں الفاظ کو جلی کر کے پڑھنے کے لائق بنایا جہاں ضرورت ہوئی تو پورا صفحہ الگ نقل کیا۔ پھر متن اور حاشیہ کا ترجمہ کیا اور جہاں تک ہو سکا اسے عام فہم بنانے کی کوشش کی۔

☆جب رسالے کی کتابت ہوگئی تو اس کی تصحیح بھی علامہ موصوف نے میرے ہی ذمہ لگا دی، ان کی فرمائش کی تکمیل کے لیے یہ کام بھی انجام دینا پڑا۔ اب امام احمد رضا قدس سرہ کا یہ نادر شاہکار ترجمہ وتحقیق اور ظاہری تب وتاب کے ساتھ منظر عام پر آ چکا ہے اور یہ صرف حضرت علامہ محمد حنیف خان صاحب ہی کی جد وجہد کا ثمرہ ہے۔

☆رسالہ میں دو تین مقامات پر الفاظ سمجھ میں نہیں آئے وہاں بیاض چھوڑ دی گئی ہے اور اس حصہ کا ترجمہ بھی نہیں کیا گیا ہے۔

منقبت اعلیٰ حضرت

از۔حافظ ریحان رضا مرکزی،ٹسوا بریلی شریف

خدا نے اس قدر رتبہ بڑھایا اعلیٰ حضرت کا
عرب میں بھی پڑھا جاتا ہے خطبہ اعلیٰ حضرت کا
ہوا بے چین دل جب سرور دیں کی محبت میں
پڑھا اہل محبت نے ترانہ اعلیٰ حضرت کا
عقیدت سے جو دیکھو گے تو ہو جائے گا اندازہ
ہے کتنا خوبصورت آستانہ اعلیٰ حضرت کا
شریعت اور طریقت کے جہاں چشمے ابھرتے ہیں
بریلی میں بنا ہے وہ ادارہ اعلیٰ حضرت کا
عقیدہ ہے اسی پر اور یہی ایمان ہے میرا
جو ہے رستہ نبی کا وہ ہے رستہ اعلیٰ حضرت کا
ہوئے لاکھوں کروڑوں دل منور جس کی آمد سے
وہ ہے اک خوبصورت ماہنامہ اعلیٰ حضرت کا
ملا پاس شریعت اس لیے شہر بریلی میں
چمکتا ہے بلندی پر منارہ اعلیٰ حضرت کا
عطائیں یاد جب آئیں مجھے شاہ بریلی کی
لکھا میں نے عقیدت سے قصیدہ اعلیٰ حضرت کا
عَلَم لہرا گیا سارے جہاں میں فتح و نصرت کا
چلا جب نجد کی گردن پہ خامہ اعلیٰ حضرت کا
کبھی ایمان میں اس کے خرابی آ نہیں سکتی
جسے ریحانؔ حاصل ہے وسیلہ اعلیٰ حضرت کا

مٹا ہے اور نہ مٹ پائے گا چرچا اعلیٰ حضرت کا

نتیجہ فکر: مولانا محمد بلال انور رضوی، نوادہ بہار

خدا کا شکر، دل اپنا ہے شیدا اعلیٰ حضرت کا
زباں پر ہے سدا جاری ترانہ اعلیٰ حضرت کا
ہمارے دین و ایماں کے محافظ اعلیٰ حضرت ہیں
خدا کے فضل سے ہم پر ہے سایہ اعلیٰ حضرت کا
عقیدہ کیوں نہ ہو محفوظ، کیوں دشمن قریب آئے
ہمارے ہاتھ میں دامن ہے کس کا؟ اعلیٰ حضرت کا
قلم اُن کا ہے بیشک فضل مولیٰ کی حفاظت میں
عطائے مصطفیٰ ہر ایک فتویٰ اعلیٰ حضرت کا
تمام اشعار میں قرآن و سنت کی ضیائیں ہیں
غذائے روحِ ایماں ہر قصیدہ اعلیٰ حضرت کا
زمانہ دنگ ہے جولانیٔ تحریر پر اب تک
کرامت ہے یقیناً ہر رسالہ اعلیٰ حضرت کا
دعا بندوں کو جس مسلک کی قرآں نے سکھائی ہے
خدا شاہد وہی مسلک ہے رستہ اعلیٰ حضرت کا
کلام اعلیٰ حضرت ہے زبانوں پر جہاں بھر میں
جِدھر دیکھو نظر آتا ہے جلوہ اعلیٰ حضرت کا
جلیں، ہو جائیں جل کر خاک دشمن اعلیٰ حضرت کے
نہ ہوگا حشر تک موقوف شہرہ اعلیٰ حضرت کا
مٹے، مٹتے ہیں مٹ جائیں گے دشمن اعلیٰ حضرت کے
مٹا ہے اور نہ مٹ پائے گا چرچا اعلیٰ حضرت کا
ہے کوئی حجۃ الاسلام کوئی مفتی اعظم
بہارِ باغِ ایماں شاہ زادہ اعلیٰ حضرت کا
مجھے ہے ناز ہوں تاج شریعت کے غلاموں میں
بلالؔ اپنے گلے میں بھی ہے پٹہ اعلیٰ حضرت کا

آئینۂ منظر اسلام

وہ منظر اسلام جسے سرکارِ اعلیٰ حضرت نے ایک آل رسول کی فرمائش پر ۱۳۲۲ھ / ۱۹۰۴ء میں شہرستانِ عشق ومحبت بریلی شریف کی سرزمین پر قائم فرمایا۔

وہ منظر اسلام جس کی بے مثال تعمیر وترقی اور عظمت و رفعت حضور حجۃ الاسلام کی ارفع و اعلیٰ انتظامی صلاحیتوں کا ایک خوبصورت استعارہ ہے۔

وہ منظر اسلام جس کے گلشن علم وحکمت کی لازوال تروتازگی وشادابی میں سرکار مفتی اعظم ہند کا علمی وروحانی تصرف ہمہ وقت کارفرما ہے۔

وہ منظر اسلام جس کی رعنائیاں اورتابانیاں سرکار مفسر اعظم ہند کے بے مثال ایثاروقربانی اورخلوص کامنہ بولتا ثبوت ہیں۔

وہ منظر اسلام جس کی عالمی شہرت اورمرکزی حیثیت حضرت ریحان ملت کی قائدانہ صلاحیتوں کاایک روشن ومنورنمونہ ہے۔

وہ منظر اسلام کہ شاہ راہ ترقی پر جس کی تیز گامی میرے والدمحترم حضور صاحب سجادہ کی پرعزم، مستحکم اورمخلصانہ قیادت ونظامت کی درخشاں ودیدہ زیب تصویر ہے۔

وہ منظر اسلام جوماضی قریب کے اکثر اکابر اہل سنت کاقبلۂ علوم وحکمت ہے۔

وہ منظر اسلام جس نے قوم وملت کو ''تحریک تحفظ ناموس رسالت'' اور '' تحریک تحفظ عظمت اولیا '' کے بے شمار جانباز سپاہی عطافرمائے۔

وہ منظر اسلام جو دینی وعصری علوم وفنون کے ساتھ اسلامی افکار ونظریات کی ترسیل وتبلیغ، عقائد اہل سنت کی ترویج و اشاعت اور مسلک اعلیٰ حضرت کے عروج وارتقا کے لئے شب وروز سرگرم عمل ہے۔

وہ منظر اسلام جس کے فارغین کی ایک عظیم جماعت عالم سنیت کے خطہ خطہ میں مذہب ومسلک کی بے لوث خدمت کرنے میں مصروف کار ہے۔

وہ منظر اسلام جو اپنے تابناک ماضی کی ضیاباکرنوں کی روشنی میں اپنے روشن ومنور مستقبل کے خطوط متعین کرکے اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہے۔

ہاں! یہی منظر اسلام آج آپ کے جذبۂ ایثار وتعاون کو آواز دے رہا ہے۔ آئیے! اوراس کے عروج وارتقا کے لئے دل کھول کر حصہ لیجئے تاکہ اعلیٰ حضرت کے اس عظیم ادارے کا یہ علمی وروحانی قافلہ یوں ہی اپنے سفر کی منزلیں طے کرتا رہے۔

فقیر قادری محمد احسن رضا

سجادہ نشین درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف



Monthly "Aala Hazrat" Urdu Magazine
84, Saudagran Street, Bareilly 243003-(U.P.)
Ph.: 2555624, 2575683-(Office)
Fax : 2574627 (0091-581)

R.N.P. NO. 6802/60 N.I.C.
POSTEL REGD. NO. U.P BR-175/2021-23
PUBLISHING DATE : 14th] EVRY ADVANCE MONTH
POSTING DATE : 18th]
PAGES : 64 PAGE WITH COVER WEIGHT : 80 GRM

₹ 30/-
Editor : Mohammad Subhan Raza Khan (Subhani Mian)
Oct. 2021

دعوت خیر

طالبان علوم نبویہ کے قیام وطعام، منظر اسلام کے تمام شعبوں کے عروج وارتقا، دارالافتا کے عمدہ واحسن انتظام، لائبریریوں کی آرائش وزیبائش، ماہنامہ اعلیٰ حضرت کی مسلسل اشاعت، رضا مسجد کی زیب وزینت، خانقاہ رضویہ کی تب وتاب اور عرس رضوی کے وسیع انتظامات میں دل کھول کر حصہ لیں ۔

Printed Published & Owned by Mohammad Subhan Raza Khan "Subhani Mian" Printed at Raza Barqi Press, Moh. Saudagran Bareilly & Published at Office of Monthly Aala Hazrat 84, Saudagran Street Bareilly (U.P.)